

جاسوی دنیا نمبر 3

عورت فروش کا قاتل

(مکمل ناول)

پیشہ

جاسوئی دنیا کی تیسری کہانی ”عورت فروش کا قائل“
 پیش خدمت ہے۔ کہانی بھی آپ کے لفاظ میں ”زور دار“ ہی
 ہے۔ مگر محض تفسیجی نہیں، حق آموز بھی ہے۔ آپ دیکھیں گے
 کہ بے جزو شادیاں کتنی تباہ کن اور معاشرے پر اثر ذاتی
 والی ہوتی ہیں! یہی سیتا رام بھی ایک شریف عورت کی طرح
 زندگی ببر کرتی تھی۔ بشرطیہ عمران کا تفاوت اس کی زندگی کی راہ
 میں نہ حاصل ہو جاتا۔ بشرطیہ وہ اپنے ہی طبق میں بیانی جاتی.....
 اس کہانی میں آپ کو قیچی بھی ملیں گے اور آنسو بھی۔

ابن حمیم

کم حی ۱۹۵۷ء

خونی ناج

آج شام ہی سرجنٹ حید نے کافی ہر بوج چار کمی تھی، لیکن باتِ محض اتنی تھی کہ آج اس نے نمائش جانے کا پروگرام بیان تھا۔ لیکن بار اس نے مخفف رنگوں کے سوت لٹا لے اور ان پر قسم قسم کی نایاں رکھ کر دیکھا رہا۔ اپنے فریبی اس کے یعنی پر دل میں مسکرا رہا تھا۔ لیکن اس نے دل دینا مناسب نہ سمجھا۔ آج وہ بھی نمائش جانے کے لئے تیار ہو گیا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آج کل وہ قطعی پیکار تھا، ورنہ اس جیسے مشغول آدمی کو کھیل تباہوں کی فرصت کہاں اور ویسے بھی اسے ان بیرون سے دفعہ تھی۔ فرصت کے اوقات میں وہ زیادہ تر اپنے پالتوں جانوروں سے دل بھالیا کرتا تھا یا پھر حید کے چکلوں سے لف اندوز ہوا کرتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اگر کہا جائے تو یہ جانہ ہوگا کہ حید بھی اسکے چاف خانے کا ایک جانور تھا۔ حیوان طریف۔

حید اس کا ماتحت ضرور تھا لیکن ان دونوں کے درمیان کسی تکلف بھی نہیں تھا اور بھی چیز اس کے دوسرے ماتخوں کو بہت گراں گزرنی تھی۔ اکثر دنی بیان سے اپنی ٹھکنی کا اعلیٰ بھی کردا کرتے تھے لیکن فریبی ہمیشہ خس کر ہال دینا تھا۔ بیتھوں نے اس بات کی کوشش بھی کی کہ سرجنٹ حید کا کسی دوسری جگہ کا جادل کر دیا جائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ بڑے افران کو بہر حال کوئی کام فریبی کی امرتی کے خلاف کرنے میں کچھ نہ کچھ ہال ضرور ہوتا تھا۔ بھی وجہ تھی کہ حید کا جادل کسی دوسری جگہ کا نہ ہو سکا اور نہ سرجنوں کے جادے تو آئے دن ہوا کرتے تھے۔

اپنے فریبی ایک جو ہر شہاس آدمی تھا اس نے پہلے ہی دن حیدر کی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا تھا اور پھر دین محاکمات میں اپنے ساتھ چانس دینے پر تو وہ اس کا گروہ بیدار ہو گیا تھا۔ رفتہ دنوں کے تعلقات ہر ہفتے گئے اور پھر ایک دن وہ آیا کہ حیدر اپنے فریبی کے ساتھ رہنے لگا۔

اس وقت وہ اس کی کوئی مشی میرے ہی۔ اُر کے توکروں پر اسی طرح رعب ہمارا تھا ہیسے وہ خود اسی کے توکر ہوں۔

”آپ کون سا سوٹ چکن رہے ہیں۔“ ”میرے فریبی سے پوچھا۔

”کوئی سا چکن لیا جائے گا..... آج چکن کی پکروں کا خط کیوں پیدا ہو گیا ہے۔“ فریبی نے کہا۔

”کوئی ایک خاص بات تو نہیں۔“ حیدر فس کر بولا۔

”نہیں! تم نے ضرور کوئی تی حادثت کی ہے۔“ فریبی نے کہا۔ ”میں مان نہیں سکتا۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ آج.....“ حیدر کرتے ہوئے بولا۔ ”بات یہ ہے کہ نمائش گاہ تو محض بہانہ ہے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کر آج آر لجو میں خاص پروگرام ہے۔ حق کہتا ہوں بڑا لطف رہے گا۔“

”تو یہ کہئے۔“ فریبی اُسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”آپ ہی تشریف لے جائیے۔ میرے پاس ان لمحیات کے لئے وقت نہیں۔“

”خدا کی حکم مرا آ جائے گا..... آج آپ بھی ناچنے گا، شہزاد کے ساتھ اس کی ایک سکلی بھی ہو گی۔“

”اچھا.....!“ فریبی طریقہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”یہ شہزاد کیا ہا ہے۔“

”عنی عی عی..... بات یہ ہے کہ وہ میری دوست ہے بھی کہ بات یہ ہے عنی عی عی۔“

”جی ہاں بات یہ ہے کہ آپ نے کوئی نیا عشق فرمایا ہے۔“

”می ہاں.....می ہاں.....آپ تو بھتے ہی ہیں، لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس بارہ سو فیصدی سچا مشق ہوا ہے۔ لس یہ سمجھ لجئے کہ میں اس کے بغیر.....؟“
 ”زندہ نہیں رہ سکا۔“ فریدی نے طفیر اور اسیں جملہ پڑا کرتے ہوئے کہا۔
 ”اور اگر زندہ رہ سکا ہوں تو اس کمر میں نہیں رہ سکا اور اگر اس کمر میں رہ بھی گیا تو دن رات بھروسیں رونے کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہوگا۔“
 چید کچینی ٹھی ہنسنے لگا۔

”آپ چلے تو اچھا آپ نہ رہے گا۔“ اُس نے کہا۔
 ”خیر چالا جاؤں گا کیونکہ میں بھی تھوڑی ہی تفریخ پا جاتا ہوں، لیکن یہ لوگوں دہاں میرا کسی
 سے تعارف نہ کرائا۔“
 ”چلے منکورا۔“ حمید نے سکرا کر کہا۔ ”اچھا ب جلدی سے اپنا سوت تکلا لجئے۔
 پہلے نمائش چلیں گے۔“

”تو کی جھیں ناچتا آتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔
 ”کہوں نہیں..... میں فاکس ٹراث ناچ سکتا ہوں والدناج سکتا ہوں اورا۔“
 ”بس.....!“ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”بھی احتجان ہوا جاتا ہے۔“
 فریدی نے ریکارڈوں کے ذمے میں سے ایک ریکارڈ کاں کر گراہون پر چڑھادیا۔
 اک اگر بڑی طرز کا انقر کرے میں گوئنے لگا۔

”اچھا تاڑ کیاں رہا ہے۔“ فربی نے حمید کی طرف دیکھ کر سکراتے ہوئے کہا۔
”حمد بولکلا گیا۔ اپنی گھبراہت کو سکراہت میں چھپا ہے ہوئے بولا۔“ مادرن فاکس
ٹرائٹ ۱ ”فربی نے قہقہہ لکایا۔
”اسی علی پوتے پر ناچتے ملے تھے جاتب۔“ آپ بیتے بے..... ۲
”اچھا تو مجھ آپ ہی نتاچے کر کیا ہے۔“ حمید نے محض مٹاتے ہوئے کہا۔
”والر ۳“ تجھے لئے نہیں یہیں کتاب آتائیتے ہیں اونچے۔

”میں مان نہیں سکتا۔“

”اچھا اگر فاکس ٹراث ہے تو ناج کر دکھاؤ۔“

”کس کے ساتھ ناچوں۔“

”میرے ساتھ.....“

”آپ ناچنا کیا جائیں۔“

”حضور تکریف تو لا سکیں۔“

فریدی نے بیان ہاتھ حبید کی کمر میں ڈال دیا اور حبید کا بیان ہاتھ اپنے کاموں پر رکھے

۔۔۔۔۔

”تو گیا آپ مجھے گورت سمجھ رہے ہیں۔ میں کاموں پر ہاتھ نہیں رکھوں گا۔“ حبید نے
جھینپ کر بیچے بیچے ہوئے کہا۔

”گدھے ہو۔“ فریدی نے اسے اپنی طرف کھینچنے ہوئے کہا۔ ”آؤ جھیں ناچنا
شکاروں۔“

دو ٹوں لپٹ کر دیکاڑ کے قنے پر ہاتھے لگے
فریدی بہا اسی دے رہا تھا۔

”بیچے ہو... دیالاں پاؤں... دیالاں پاؤں... بیچے... بیچے... آگے آگے
بیالاں... داہن۔ برخوار دار یہ داہن ہے... ہاں ہاں... دیالاں پاؤں... فاکس ٹراث نہیں
ہے۔“

ریکاڑ ٹھیم ہو جانے کے بعد دراریکاڑ لگایا گیا۔ وہ دو ٹوں پھر ہاتھے لگے۔ حبیدی دیر
میں حبید بیٹھے میں تھوگیا۔

”بلیں میرے شیر... اسے ہی میں بول گئے۔“ فریدی نے فس کر کہا۔

”خدا کی حم... آپ کا جواب نہیں۔“ حبید نے ہاتھے ہوئے کہا۔ ”میں تو آپ کو انہلی
حکم آدمی سمجھتا تھا... آپ نے یہ سب کیسے سمجھ لیا۔“

”ایک سراغِ رسال کو سب کچھ جانتا چاہئے۔“

”میں آپکا شکر گزار ہوں، ورنہ آج خت شرمندگی اخافی پڑتی۔“ حید نے کہا۔

”شرمندگی کس بات کی۔“ پھر فصدی لوگ عموماً ظلا ناچے ہیں۔ تم تو پھر بھی قیمتِ ناج

ر ہے تھے۔“

”اچھا تو پھر آج آپ کو بھی ناچنا پڑے گا۔“ حید نے کہا۔

”یہ غلط بات ہے۔ میں تمہارے ساتھ اسی شرط پر چل سکتا ہوں کہ مجھے ناچنے پر مجبور نہ

کرنا۔“

”محب بات ہے..... اچھا خیر..... میں آپ کو مجبور نہ کروں گا۔“

دونوں کافی دیر تک نائش کے چکراتے رہے۔ حید کی یہ کیفیت تھی کہ وہ ہر حسین گورت کو قریب سے گزرتے دیکھ کر فریبی کا ہاتھ دبا دیا ضروری سمجھتا تھا اس وقت فریبی کی جسم چلا ہٹ دیکھنے کے قابل ہوتی۔ جب وہ اس کی توجہ کی دہنری طرف سے ہٹا کر کسی گورت کو دکھلانے کی کوشش کرتا۔

”حید آختم اتنے گدھے کیوں ہو؟“ فریبی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

”اکثر میں بھی یہی سوچا کرتا ہوں۔“ حید فس کر بولا۔

”ویکھو میں جھیں سنجیدگی سے سمجھاتا ہوں کہ اب تم اپنی شادی کراؤ لو۔“

”اگر کوئی شادی شدہ آدمی مجھے اس قسم کی صحت کرنا تو میں ضرور مان لیتا۔“ حید نے سکرا کر کہا۔

”اگر یہ ممکن نہیں تو پھر میری یہ طرح گورتوں کے معاملے میں پھر ہو جاؤ۔“

”آپ تو خواہ کوہا بات بڑھا دیتے ہیں۔“ حید نے بُر امان کر کہا۔ ”کیا کسی اچھی چیز کی

تعریف کرنا بھی جرم ہے۔“

”بُر جرم تو نہیں لیکن ہمارے پیشے کے اخبار سے یہ رجحان خطرناک ضرور ہے۔“

حید نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے اعزاز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا مجھے وہ اس

وقت اس حرم کی صحیح نشے کے لئے تیار ہیں ہے۔

تریبا ایک گھنٹے تک نماش کا پکڑ کرنے کے بعد وہ لوگ آر لجوج کی طرف روان ہو گئے۔

آل جوج کا مادر شہر کے بڑے ہوٹوں میں ہوتا تھا..... بیان کا سارا کاروبار انگریزی طرز پر چلتا۔

بیان ناج میں بیان ہوتا تھا جس میں شہر کے اوپرے طبقے کے لوگ حصہ لیا کرتے تھے۔

دونوں نے آر لجوج پہنچ کر لکھ خریدے اور ہال میں داخل ہو گئے۔ سارا ہال برتنی قلعوں

سے بچکا رہا تھا اور موسمی کی اہمیت فضائی منتظر ہو رہی تھی۔ پہلا راؤٹ شروع ہو گیا تھا میڈار

خوش پوش نوجوان جوڑے بخل کر کر ہال کے چوبی فرش پر تحریر ہے تھے۔

حمد اور فریدی پہلا راؤٹ ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حمد کی بے محنت ناچیں اس

بیڑ میں شہزاد کو خلاش کر رہی تھیں۔

"اوے یہ شہزاد کس کے ساتھ ناج رہی ہے۔" حمد نے ایک جوڑے کی طرف اشارہ

کر کے کہا۔ فریدی ادھر دیکھنے لگا۔ ایک خوبصورت لڑکی۔ لشی شلوار اور فراک میں بیٹھیں ایک،

جادہ زیب نوجوان کے ساتھ ناج رہی تھی، فریدی اُسے خور سے دیکھ رہا تھا۔ جب دونوں ان

کے قریب ہو کر گزرے تو شہزاد نے مکرا کر حمد کو کچھ اشارہ کیا۔ حمد نے من پھر لیا اور فریدی

مکرانے لگا۔

"آخ ہونا سوداگری۔" فریدی نے طریق لبھ میں کہا۔ "برخوار اگر ان تجویات کا شوق

ہے تو یہ سب بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ وہ تمہاری بیوی تو نہیں کہ تم اس پر جھنگھار سے ہوا وہ بھر

یہ تو مغربی تہذیب کا ایک اہم جزو ہے کوئی بھی عورت کی مرد کے ساتھ ناج رکھتی ہے۔"

حمد اپنا نچلا ہوت چیمار با تھا۔

"تارنگلی کی کولی بات نہیں۔ اگلے راؤٹ میں تم بھی ناج لے لیا۔" فریدی کے نکایا۔

"نہیں میں اب نہیں ناچوں گا۔"

"کیوں.....؟"

"میں یونہی..... دل نہیں چاہتا۔ آئیے واپس چلیں۔" حمد نے بے دل ہے کہا تھا۔

"میں یونہی..... دل نہیں چاہتا۔ آئیے واپس چلیں۔" حمد نے بے دل ہے کہا تھا۔

”بھر آئے کیوں تھے عجیب آدمی ہو۔“

”یہاں خبر لے کوول نہیں چاہتا۔“

”بھی میں تو ابھی نہیں چاہتا۔“ فریدی نے کہا اور کھڑا کر لیے بیس لینے کا۔

”خیر پر محروم ہے“ حیدر آہست سے بولا۔

”لهم مکبر و میں“ فریدی مکرا کر بولا۔ ”مجھے تمہاری محرومیت سے قلعی کوئی دھجی نہیں۔ میں تو اس آدمی میں دھجی لے رہا ہوں جو کیا ہم ہے اس کا پاں شہزاد کے ساتھ ناق رہا ہے۔“

حیدر فریدی کو حرجت سے دیکھنے کا۔

”لیام نے اسے پہلے بھی دیکھا ہے۔“ فریدی نے حیدر سے پوچھا۔
”مخفیں“

”اس کا نام رام تھا ہے اور یہ ایک خلرناک آدمی ہے۔ خود کو کسی ریاست کا شہزادہ مشہور
لکھنؤٹ ہے تھکن دراصل ایک خلرناک مجرم ہے۔“ فریدی نے سکار کاش لے کر کہا۔
”یہ سب آپ کیسے جانتے ہیں۔“ حیدر نے پوچھا۔

”عجیب حقانی سوال ہے، امرے میں ان حضرت کو نہ جاؤں گا تو بھر کون جانے گا۔“
”میں اور مے اس کی ناک میں ہوں۔ مجھے شیر ہے کہ آج کل یہ لڑکوں کا یہ پار کر رہا
ہے۔ وہ رای تو جزا کر شہزاد کون ہے، کیا کرتی ہے اور اس کا قتل کس خاندان سے ہے۔“
”یہ تو مجھے پڑھیں کہ کس خاندان سے قتل رکھی ہے تھکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ
ملاؤں گروکاٹ میں پیچھا رہے۔“

”تمہاری ملاحت اس سے کس طرح ہوئی۔“

”دو ماہ قبل جب میں وہیں کی چھٹیاں گزار کر گمراہے والیں آرہا تھا تو یہ مجھے ٹرین پر
ٹلی تھی، ہم دلوں کی پارٹیٹ میں تھا تھے۔ اس لئے ایک دعا رے سے مٹاسائی حاصل کرنے
میں وقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد سے اکثر ہم دلوں ایک دعا رے سے یہاں لئے رہے ہیں۔“

”کیا وہ یہ جانتی ہے کہ تمہارا تعلق ملکہ سرماخ رسانی سے ہے۔“

”میں میرے بہت کم جانتے والے اس سے واقف ہیں۔“

”یہ بھی عادت ہے۔“

دوپول خاموش ہو گئے۔ شہزاد اور رام نگہ ایک دوسرے سے باشیں کرتے ہوئے ناج رہے تھے۔ شہزاد نہیں خس کر اس سے کچھ کہر دی تھی۔ وہ طرح طرح کے محلکہ خیز منہ بنا کر کن رہا تھا۔

پہلا راڈنٹ ختم ہو گیا کچھ لوگ سائینے میں بیٹھے کرستا نے گئے اور کچھ بار کی طرف چلے گئے۔ رام نگہ اور شہزاد بھی ایک طرف بیٹھے کرستا رہے تھے، شہزاد بار بار مزکر حید کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے شایعہ خیال تھا کہ حید اس کے پاس آئے گا لیکن جب اس نے دیکھا کہ حید اپنی بجھ سے ہا بھی نہیں تو وہ خود انھوں کر ان کی طرف یوگی۔

”بیلوحید صاحب..... آپ یہاں کیوں نکڑے ہیں۔ آئیے جل کر دیں، چلے میں آپ کو کوئی صاحب سے ملاوں۔ ان سے ابھی اسی وقت ملاقات ہوئی ہے۔ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔“ شہزاد نے کہا۔

”وہ شایعہ ہم لوگوں سے ملتا پہنچنا کریں۔“ فریڈی نے کہا۔

”واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.....!“ شہزاد نے حید کو چاہ کر کے فریڈی کی طرف دیکھنے کے لئے ”آپ کی تحریف.....!“

”آپ ہیں میرے دعاۓ احمد کمال اور آپ ہیں کس شہزاد۔“ حید نے تعارف کر لیا۔

”آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔“ فریڈی نے شہزاد سے ہاتھ ملاتے ہوئے سکرا کر کہا۔

”مجھے بھی.....!“ شہزاد نے اپنے خواصورت داھوں کی نمائش کی۔

استے میں دوسرا راڈنٹ شروع ہو گیا۔

”کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔“ فریڈی نے شہزاد سے کہا۔

”تو وہ بڑی خوشی سے۔“ شہزاد نے داہنا تاحد پھیلاتے ہوئے کہا۔

فریدی نے داہتا ہاتھ پکڑ کر بایاں ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیا اور بلکے ہکورے لیتے
ہوا ناچنے والوں کی بیٹری میں آگیا۔

حید کی آنکھیں جیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رام ٹکھے اب کسی اور بڑی کے ساتھ ناج
رہا تھا۔ فریدی ایک مشاق ناچنے والے کی طرح اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ غالباً وہ شہزاد کو
بھی آہستہ آہستہ ہاتھیں درجا جا رہا تھا۔

حید کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، وہ کمی پارا خدا اور بیٹھا..... پھر بار کی طرف چلا گیا۔
ایک بوتل یمن بی اور دو مال سے مند پوچھتا ہوا داہنس آگیا۔ فریدی اور شہزاد ناچنے ہوئے اس
کے پاس سے گزر رہے تھے، فریدی نے شہزاد کی نظریں پچا کر سکراتے ہوئے حید کو آنکھ ماری
اور حید کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے جسم پر سیکلوں چھوٹیاں ریکھنے لگی ہوں، اس نے ہوت
سکوز کر دوسرا طرف من پھیر لیا۔ فریدی نے جھک کر شہزاد کے کان میں کچھ کہا اور وہ حید کی
طرف دیکھ کر ہٹنے لگی۔ حید کا غصہ اور تجز ہو گیا۔ اس نے ادھر اورہ دیکھا۔ قریب عی میز پر ایک
بوڑھی اور بدھل ایگلو اغین کے قریب آیا اور اس سے ناچنے کی درخواست کی، پہلے تو وہ یہ سمجھ
کر جتنا کی کہ شاید حید اس کا نماق اڑا رہا ہے، لیکن پھر اس کی قدرے مجیدگی دیکھ کر پچھلاتی ہوئی
کمزی ہو گئی۔ حید اس سے بغل گیر ہو کر ناچنے لگا۔ ہال میں بے شمار قلبے گو بنخے لگے۔

فریدی اور شہزاد اس بڑی طرح خش رہے تھے کہ انہیں قدم سنبالنا دشوار ہو گیا تھا۔ حید
اتی مجیدگی سے ناج رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ البتہ بڑھا بری طرح شرم رہا تھا۔
چند منٹ گزرنے کے بعد دونوں اس طرح گھمل مل کر باٹھیں کر رہے تھے، جیسے برسوں کے ساتھی
ہوں۔

دوسرا راڈیٹھم ہو گیا۔

فریدی، حید، شہزاد اور ایگلو اغین بڑھا ایک بیٹری کے گرد آئیں۔
”کمال صاحب..... واقعی آپ نے کمال ہی کر دیا۔“ شہزاد بولی۔ ”حید صاحب میں
آپ کی معنوں ہوں کہ آپ بنے مجھے ایسے بامکال آدمی سے ملا دیا۔ مجھے آپ سے رقص کیجئے

میں مدد ملے گی۔"

"ضرور..... ضرور.....!" حمید نے پہنچتے ہوئے کہا۔ "ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے، یہ واقعی بڑے باکمال آدمی ہیں۔"

فریدی نے میر کے نیچے حمید کا پاؤں اپنے پاؤں سے دبادیا۔

"آپ کا نام جانتا مانگل۔" بوڑھی اینگلو انگریز حمید سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ہمارا نام.....!" حمید سکرا کر بولا۔ "ہمارا نام الوکا پٹھا ہے۔"

"تمیک نمیک ہتاو۔" بڑھیا بے تحاشہ بُشی ہوئی بولی۔

"چھا بُدھ کا پٹھا کسی۔" حمید نے کہا۔

"جنیں..... نمیک بولو۔"

حمید نے جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں کچھ کہا۔

"تم پاگل ہے۔" وہ حکیمانی بُشی بُشی ہوئی بولی اور شرم کر سر جھکالیا۔

"معلوم ہوتا ہے کون صاحب چلے گئے۔" شہناز نے گردن لوچی کر کے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کون صاحب کہاں رہتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"پتھیں..... مجھ سے تو تیسیں اسی وقت ملاقات ہوئی تھی، ویسے ہیں دلچسپ آدمی۔"

"صورت سے تو نزاٹیوٹ جان پڑتا ہے۔" حمید نے مددنا کر کہا۔

"جنیں واقعی بہت زندہ دل آدمی ہے۔" شہناز بولی۔

"شہناز کا دو پیشہ بار بار شانوں سے ڈھلک رہا تھا۔ وہ ایک قبول صورت لڑکی تھی۔ عمر

باکس تھیں سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی، اس کے چھرے میں سب سے زیادہ حسین چیز اس

کے ہوت تھے، اور پری ہونٹ نیچلے کی مناسبت سے کافی پتلا تھا۔ نیچلے ہونٹ کے درمیان کا

دلا دین، خم اس کی جنسی شدت پسندی کی غفاری کر رہا تھا۔ پہنچتے وقت گالوں میں خفیف سے

گزار ہے پڑھاتے تھے۔

جید اس وقت اسے عجیب نظر وہی سے مکور رہا تھا۔ انکی نظریں جن میں خلکت خصہ اور
تائپندی گئی کی جھلکیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

”جید صاحب آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں؟“

”میں دراصل اس لئے خاموش ہوں۔“ جید نے سکرا کر کہا۔ ”کہ خاموش رہنے سے
کھانا جلد ہضم ہو جاتا ہے۔“

”آپ انہیں کھانا ہضم کرنے دیجئے۔“ فریدی نے شہزاد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”آئے ایک راؤٹر اور ہو جائے۔“

تمیرے راؤٹر کے لئے منسقی شروع ہو گئی تھی۔

فریدی اور شہزاد بھی ناچے والوں کی بیہر میں آگئے۔ جید نے پھر اسی کے ساتھ
ناچا شروع کر دیا۔

”آپ واقعی بہت اچھا ناچھے ہیں۔“ شہزاد نے آہستہ سے کہا۔

”اور آپ..... آپ کس سے کم ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کرتے کیا ہیں؟“

”بہت کچھ کرتا ہوں..... اور کچھ بھی نہیں کرتا۔“

”دینی.....!“

”مز عشقی۔“ فریدی نے کہا اور پھر اپنی چہرے پر کھنک کر بولا۔ ”یہ کیا.....؟“

”کیا بات ہے۔“ شہزاد نے اپنی بوجھل پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دکھلا۔ اس کی

آنکھیں بند ہوتی چارہ ہی تھیں اور ان میں سرخ سرخ ڈورے ظہر آنے لگے تھے۔

”ایسا مسلم وہا تھا جیسے کسی نے ریوا اور چالا یا ہو۔“ فریدی نے ایک طرف دیکھتے ہوئے

کہا۔

”ریوا اور..... یہاں ریوا اور کیا کام..... میں نے تو نہیں سن۔“

”ساز بہت اوپنے سروں میں بی رہے ہیں۔“

شہزاد نے اپنا سارا بوجھ فریبی کے کاموں پر ڈال دیا۔ وہ ایک نئے میں ڈوبی ہوئی تاکن کی طرح لمبی لے رہی تھی۔ تیررا راؤٹھ قدم ہونے میں ابھی کافی دری تھی لیکن لپاک آڑ کشڑا رک گیا۔ ناچنے والے جنمت سے ایک دوسرے کا نزد دیکھنے لگے۔
ہوئی کافی تھی تو پر گلبری میں کمزور اچھی تھی کہ کہہ رہا تھا۔
”خواتین و حضرات مجھے خود ہے کہ آج کا پوچھ کرام اس سے آگے نہ چڑھ سکے
۔۔۔۔۔“

”کیوں کس لئے۔“ بہت ہی مصلحتی آوازیں یہک وقت سنائی دیں۔
”یہاں ایک آدمی نے ابھی ابھی خود کشی کر لی ہے۔“
ہال میں سننا چھا گیا۔ پھر یہک وقت عتف قدم کی آوازوں کے لئے سے ایک عجیب تم کی سمجھنا بہت سی کوئی تھی گی۔ لوگ ایک ایک کر کے چانے لگے۔ جتنی کہ تمودی دری بعد پورے ہال میں صرف آٹھ دس آدمی رہ گئے، ان میں حمید، فریبی اور شہزاد کے علاوہ ہوئی کے ملازمین بھی شامل تھے۔

”تو ہم لوگ کس لئے رکے ہوئے ہیں۔“ شہزاد نے کہا۔
”بد تیزی ضرور ہے۔۔۔۔۔“ فریبی بولا۔ ”لیکن شاید آپ کو تجا وابس جانا پڑے۔ مجھے سے کچھ ضروری کام ہے۔ اس لئے مجھے اس کا انتحار کرنا پڑے گا۔“
”کوئی بات نہیں۔“ شہزاد بولی۔ ”ہملا اس میں بد تیزی کی کیا بات ہے، اچھا پھر کب بل رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔ یہ رہا میرا کا کڑا۔۔۔۔۔“

فریبی نے اس کا کاڑ لے لیا جس پر پڑھا ہوا تھا۔
شہزاد چل گئی۔
”واہ استاد۔۔۔۔۔ آپ نے تو کمال عی کر دیا۔“ حمید ٹھاکری بھی میں بولا۔ ”اگر اسی طرح اپنا ارادہ تبدیل کرنا تھا تو کسی اور پندرہ حالت کی جوتی۔“
”مشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب۔“ فریبی نے گھٹکا کر کہا۔

”خدا خبر کرے۔“

”چھوڑ و آؤ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔“ فریدی نے دروازے کی طرف پڑھتے ہوئے کہا۔
ہر آمدے میں کافی بھیڑ تھی۔ کمرہ نمبر تین کے دروازے پر دو کاشیل کھڑے ہوئے
تھے۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر دونوں مسلم کرتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئے۔

قتل یا خودکشی

حمید اور فریدی کی نظر جیسے ہی لاش پر پڑی وہ چوک گئے۔ کرے کا منظر حد درجہ ساڑھے
تھا۔ ایک آرام کری پر لاش اس طرح پڑی تھی جیسے متوالی میٹھے لیکھ لکھ کر کچھ دری کے لئے
اوگھے کیا ہو، اس کا داہننا ہاتھ جس میں پتوں دبایا ہوا تھا اس کی گود میں پڑا تھا۔ بیان ہاتھ تھے
لیکھ کر زمین پر نکلا ہوا تھا۔ گردن باسیں طرف لڑک گئی تھی۔ فریدی اور حمید نے ایک دوسرے
کو سمعی خیز نظروں سے دیکھا۔

”یہ تو وہی ہے جو شہزاد کے ساتھ ناق رہا تھا۔“ حمید نے آہستے فریدی کے کان میں

کہا۔

فریدی نے اس کا ہاتھ دبادیا۔ حمید خاموش ہو گیا۔
کرے میں دو اپکڑ اور ایک بہنڈ کا نیشل ہوٹل کے خبر کا بیان لے رہے تھے۔
وہ تینوں اس طرح مشغول تھے کہ انہیں فریدی اور حمید کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی۔
ہوٹل کا نیجہ کہہ رہا تھا۔

”کنور صاحب تقریباً دو ماہ سے اس ہوٹل میں بھرپے ہوئے تھے۔ میں ان کے متعلق
صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ ان کے احباب انہیں کنور صاحب کہہ کر رجاطب کرتے تھے اور ہملا
میں یہ کیوں کر بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے خود کشی کیوں کی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اس وقت

قص میں بھی شامل تھا، دوسرے راؤنڈ تک انہیں دیکھا گیا ہے اور پھر یہ بھاں اپنے کمرے میں ٹلے آئے تھے۔“

”کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کس کے ساتھ ناق رہے تھے۔“ ایک سب اسکر نے پوچھا۔

”یہ شانکہ سوائے میرے اور کوئی نہ ہتا سکتے۔“ فریدی اپنے بول پڑا۔

سب لوگ یہک وقت پچھے مزکر دیکھنے لگے۔

دلوں سب اسکر گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

”آپ..... یہ تو بلا اچھا ہوا اسکر صاحب کا آپ بھاں موجود ہیں۔“ ایک سب اسکر نے فریدی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ یہ ایک نوجوان آدمی تھا، جو شاید حال ہی میں ٹریننگ لے کر آیا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی سب اسکر نے جو کافی محترم تھا اور سامنہ ملایا تھا جلدی اپنے اوپر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔

”آئے..... آئے..... اب ہمیں زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے گا۔“ دوسرا سب اسکر

بوللا۔

”ہمیں صاحب میں تو محض تماثلی کی حیثیت رکھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”جب تک کوئی کام سرکاری طور پر مجھے نہ سونپا جائے میں اس میں ہاتھ نہیں لگاتا اور پھر خود آپ کس سے کم ہیں۔“

”اورے صاحب..... ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔“ بیوڑا حساب اسکر بولا۔

”خیر یہ تو آپ کا اکسار ہے، کہنے خود کشی کی وجہ بھی معلوم ہوئی یا نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”ابھی تک تو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔“ نوجوان سب اسکر بولا۔

”اس کے متعلق بھی کچھ معلوم ہوا کریے ہے کون۔“

”کسی ریاست کے کنور ہیں۔“

”کس ریاست کے؟“

سب اپنے لوگوں نے ہوٹل کے فنگر کی طرف دیکھا۔

”یہ تو میں بھی نہیں بتتا۔“ ہوٹل کے فنگر نے کہا۔

فریدی سکرانے لگا۔

”بڑی بھی بات ہے کہ جو شخص سوسائٹی میں اس قدر مقبول ہو، اس کے حلقوں لوگ اتنا

بھی نہ جان سکتی۔“ فریدی نے کہا۔

”میں تو سوچتے کی بات ہے۔“ نوجوان سب اپنے بوللا۔

”بالکل اسی طرح ہے آپ اپنے کو پرمنڈنٹ پولیس ظاہر کریں اور یہ تانے سے

احترام کریں کہ آپ کس شہر میں مقیم ہیں۔“ فریدی نے سکار سلاتے ہوئے کہا۔

”بالکل صحیح کہتے ہیں آپ۔“ نوجوان سب اپنے بھرپوری کے اختیار بول اٹھا۔

”خبر ہو گا.....!“ بڑھے سب اپنے نے کہا۔ اس سے کیا بحث میں تو اس کی خود کشی

کی وجہ دریافت کرنی ہے۔“

”ہاں تو غالباً ابھی آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آپ اس عورت سے واقع ہیں جس کے

سامنے چیزیں رہا تھا۔“

”میں جانتا ہوں کہ رشیدہ اس واقعہ پر کوئی روشنی نہ ڈال سکتے کیونکہ تو یہ کتو ہے اور نہ

یہ کسی خود کشی کا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

بڑھا سب اپنے بھرپوری پہنچنے لگا۔

”تو گیا آپ سیرے بھیں سال تجربے کو جھلا رہے ہیں۔“ سب اپنے نہ فس کر کہا۔

”میں ہاں..... یہ بات میں اپنے صرف چھ سال تجربے کی بنا پر کہ رہا ہوں۔“ فریدی

نے کہا۔

”اگر آپ کو یقین نہ ہو تو یہ دیکھتے۔“

فریدی نے مر نے والے کی کھنی مونچیں اکھاڑلیں..... کہیں کہیں ایک آدمی بال پچھے رہ

گھے۔

”کہنے والوں کی اسے پہچانتے ہیں آپ.....؟“ فریڈی نے سکرا کر کہا۔
دلوں سب اسکلر جمیٹ سے مرت پہاڑے فریڈی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دلوں نے

ٹنی میں سر ہلا دیا

”تو آپ نہیں جانتے کیا؟“ آپ نے مشہور بدھ معاشرام سکھ کی تصویر نہیں دیکھی جو انہی
حال عی میں آئی ہے۔“ فریڈی نے کہا۔
بڑھے سب اسکلر نے شرمende ہو کر سر جھکایا۔

”اب یہ تائیے کہ اسے قل کس طرح کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کے ہاتھ میں پستول دیا
ہوا ہے۔“ تو جوان سب اسکلر بولوا۔

”اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔“ فریڈی لاش پر بھکھے ہوئے بولا۔ ”ایک تو یہی کہ اگر
اس نے خود کشی کی ہوتی تو اس کی لاش اتنے سلیقے سے آمام کری پر نرگسی ہوتی اور نہ پستول
 والا ہاتھ اتنے طہیان سے اس کی گوئی ہوتا۔ دوسرا وجہ یہ کہ پستول اس کے داخنے ہاتھ میں
ہے اور گولی کا رخم باہمیں بکھی میں۔ یہ تو یعنی محمد کرنک پھونے والی ھٹکل ہوتی۔ اگر آپ کے
داسنے ہاتھ میں پستول ہے تو آپ خود کشی کے لئے واقعی یعنی کشیدگی کو نشانہ ہایے گا۔ کیونکہ یہی
سیدھا ہوتا ہے، اب تیری وجہ سنتے ذرا اور قریب آ جائیے اب اس رخم کو دیکھئے اگر یہ کسی خود
کشی کا ہوتا تو رخم کے ارد گرد کا حصہ بارود کے دھوئیں سے سیاہ ہو گیا ہوتا ہیں بھاں اس حرم کی
کوئی چیز نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گولی کافی فاصلے سے چلانی گئی۔ رعنی چوتھی وجہ تو
وہ بالکل صاف ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت زیادہ طاقت والا پستول ہے۔ اگر اس کی ہاتھی
پر رکھ کر گولی چالائی ہوتی تو وہ سر کے اندر نہ رہ جاتی۔ بلکہ دوسرا طرف کی پڑی بھی توڑ کر باہر
نکل جاتی۔ اگر یہ چیز قانون کے خلاف نہ ہوتی تو میں ابھی آپ کو اس کا تجربہ کراؤں۔“

”وہ کس طرح.....!“ بڑھے سب اسکلر نے کہا۔

”اس کی کشیدگی پر دوسرا قاز کر کے۔“ فریڈی بولا۔

بڑھا سب اسکلر خاموش ہو گیا۔

"واقعی اسکلر صاحب جیسا آپ کا نام سن تھا آپ کو دیتا ہی پایا۔ حق کہتا ہوں اس طرف ہم لوگوں کا دھیان ہی نہیں گیا۔" توجہ ان سب اسکلر بولا۔

"ایسا تو نہیں ہے میں بھی اس پر غور ہی کر رہا تھا۔" بڑھے سب اسکلر نے کہا۔

حید اب تک بالکل خاموش تھا۔ یہ سن کر اپنی فتحی ضبط نہ کر سکا۔

"آپ حق کہتے ہیں داروغہ جی۔" حید مسکرا کر بولا۔ "کل تک آپ قاتل کو بھی گرفتار کر لیں گے۔"

"یہ ہاں..... کر کے دکھا دوں گا۔" بڑھا سب اسکلر جوش میں آ کر بولا۔

"حید یہ کیا کہوں ہے۔" فریدی نے اسے مگور کر کہا۔ "داروغہ جی! آپ کچھ خیال نہ کچھ گا۔ یہ یونہی بے موقع بے لگی بولتا رہتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" بڑھا سب اسکلر بولا۔ "میں انگلی کافی تعریف سن چکا ہوں۔"

"اور اسوقت آپ مجھے مل کر خوش بھی ہوئے ہوں گے۔" حید نے میساخت کہا۔

بڑھے سب اسکلر نے پھر براہما مندی بیٹھا۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قاتل نے جملہ کس طرف سے کیا۔" توجہ ان سب اسکلر

بولا۔

"اس روشنداں سے۔" فریدی نے باسیں جانب کی دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ جمل خان ہے۔" ہوٹل کا فوجیر بولا۔

"ظہر یے..... یہ معاملہ بھی صاف ہوا جاتا ہے۔" فریدی نے جمل خانے کا دروازہ کھول

کر اذر گھتتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسکرانا ہوا جمل خانے سے بکل آیا۔

"رام عالم ناج سے تھک کر لوٹا۔" فریدی نے کہنا شروع کیا۔ "غائب قاتل پہلے ہی سے

تیار تھا۔ اسے اس طرف آتے دیکھ کر پچکے سے جمل خانے میں کھس گیا۔ رام عالم اس آدم

کری پا کر لیت گیا۔ قائل نے نہایت اطمینان سے روشن دان سے اس کی بائیں کھٹکی کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ آرکشرا کی پر شود آواز میں گولی کی آواز کی طرف کی نے دھیان بھی نہ دیا۔ لیکن میں نے گولی کی آواز سنی تھی۔ گولی لکھنے ہی محتول اپنل کراہر آگرا۔ یہ دیکھنے بیہاں خون کا وصہ ہے، جو درمرے پڑے وجہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ قائل اس وقت ٹھل خانے کے اندر رہا ہو گا جب تک رام نگارم تم ہوئے ہوں۔ مگر نہیں اس نے ایسا نہ کیا ہو گا۔ کیونکہ اسے یہ پتوں بھی تو اس کے ہاتھ میں دینا رہا ہوتا ہو رہا ہے۔ جب کلام لاش کے ٹھٹھے ہونے پر جب کہ جسم اکثر جاتا ہے نہیں ہو سکتا۔ اس میں کچھ جان باقی رہی ہو گی۔ جب ہی اس نے اس کو اٹھا کر پھر کری پر ڈال دیا ہو گا اور پتوں اس کے ہاتھ میں دے۔ کہ اس وقت تک اسے اپنے ہاتھوں سے دبائے رہا ہو گا جب تک کہ لاش بالکل سرد ہو گئی ہو۔

”یہ سب آپ کس ہاتھ پر کھر ہے ہیں۔“ بڑھا اسکپر بولا۔

”میرے ساتھ آئیے میں بتاؤں۔ آپ بھی آئیے۔“ فریدی نے تو جوان سب اسکپر کو بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ نہیں ٹھل خانے میں ٹپٹے گئے۔ اسکے پیچے حید بھی تھا۔

”بھلا تائیے تو۔“ فریدی نے ٹھل خانے میں داخل ہو کر کہا۔ ”اس کری کا بیہاں کیا تک ہے اور اس پر جیروں کے نشانات کیسے ہیں۔ خود رام نگارم یا ہوئی کالم لازم اتنا بدتر نہیں ہو سکتا کہ ٹھل کے گدے کی کری پر کچھ بھرے ہوئے جو توں سیت کمرا ہو کر اس کے نشان گدے کو خراب کر دے۔ اب ذرا اسی کری پر کھڑے ہو کر اس روشن دان کو سمجھئے۔ آئیے آئیے اور چڑھ آئیے۔ ہاں ذرا ناک تو لگائیے اس روشن دان سے۔ کئے پاروں کی بڑی آرہی ہے یا نہیں اور یہ دیکھنے دھوکیں کا نشان۔“ فریدی خاموش ہو گیا۔ بوڑھے سب اسکپر کے منہ پر ہوا بیان اذری تھیں، تو جوان سب اسکپر فریدی کو تھیں آئیں ٹھاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”آؤ بھی حید اب چلیں۔“ فریدی نے حید کے کامنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ پھر بوڑھے سب اسکپر کی طرف جا طب ہو کر بولا۔ ”دارو غمی ماف کیجئے گا۔ میں نے خواہ خواہ آپ کا وقت برپا دیکھا۔“

"مارے وادھا صاحب۔" نوجوان سب اپکلر نے کہا۔ "اگر آپ نہ ہوتے تو ہم لوگ نہ
چالے کہاں بھکتی پورتے۔ تھیں تو آپ کا شکر مزار ہونا چاہئے۔"

بڑھا سب اپکلر بھی جسمی ہوئی بھی کے ساتھ اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ فریدی
پڑھ پڑھ رک گیا۔ وہ پھر لوٹ کر لاش کے قرب بیٹ آیا۔ قبوری دریں تک محتول کے اس ہاتھ کا
جاڑہ لینا رہا جس میں پتوں دبا ہوا تھا۔ اس نے لاش کے پیچے دیکھ دیا۔ ایک سفید رنگی
رمال کھپلیا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ خدا اسکے چہرے پر سکراہٹ فودار ہوئی۔

"یہ لیجھے..... ہمال ایک مرد بھی جی۔"

"تھی..... اے بڑھ سب اپکلر نے چھک کر کہا۔"

"تھی ہمال..... یہ کسی مرد کا رہمال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ آپ کس طرح کہ سکتے ہیں۔" نوجوان سب اپکلر بولا۔

"تمہارت آسانی سے۔۔۔ یہ دیسے دیکھ رہے ہیں آپ۔" فریدی نے رہمال پر پڑے
ہوئے سرخ رنگ کے دیسے دیکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ہوتوں میں لگانے والی سرخی کے دیسے ہیں
اور بالکل ہازرے ہیں۔۔۔"

"کمال کر دیا آپ نے۔" نوجوان سب اپکلر نے فریدی کو حیرت سے دیکھتے ہوئے
کہا۔

"تو پھر اسکا یہ مطلب ہوا کہ یہی مرد قاتل بھی ہے۔" بڑھا سب اپکلر بولا۔

"تھی نہیں..... کیا آپ نے کری کے گدے پر پڑے ہوئے ہوتوں کے ثبات کا بغور

جاڑہ نہیں لی۔ اگر کسی مرد کے اتحاد پر ہو سکتے ہیں تو آپ ہی کا کہنا حق ہوگا۔"

"تو پھر وہ قتل کی سازش میں شریک رہی ہوگی۔" بڑھا سب اپکلر اپنے ننک ہوتوں پر

زبان بھگرتے ہوئے بولا۔

"اے سکر مختلمہ، بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے بھاہوا کار سٹاکتے ہوئے کہا۔

اجنبی دوست

دوسرا دن سچھ جید اور فریبی ناشست کرنے کے بعد ڈرائیکٹر دوام میں بیٹھے رات والے
حادثے کے حلقوں گلگوکر رہے تھے کہ ملازم نے ایک ملاقطی کارڈ اکر میز پر رکھ دیا۔

جید نے کارڈ اٹھا کر پڑھا۔ "مس شہزادہ جمکر"۔

"اے! یہ بہاں کیسے پہنچ گئی۔" فریبی نے جید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ضرور تم
نے اسے تاریا۔ آخ خداوندو، مجھ سے جھوٹ پولنے کیا ضرورت تھی۔"

"میں جنم لکھا کر کہہ سکا ہوں کہ میں نے اپنے یا آپ کے حلقوں اسے بھی یہ نہیں بتایا کہ
تم ملکر سرانی سے قتل رکھتے ہیں۔"

"مجھ دو۔۔۔" فریبی نے ملازم سے کہا۔

ملازم چالا گیا۔ دوسرا دن علی ہو میں شہزاد کرس کے اندر گئی۔ فریبی اور جید کو دیکھ کر وہ
چوک پڑی۔

"اے۔۔۔ آپ لوگ ہیاں۔" اس نے حیرت سے کہا۔

فریبی اور جید سکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"سلام ہذا ہے کہ آپ لوگ بھی میری ہی طرح پریشان کئے گئے ہیں۔" شہزاد ایک
کری پر پیشی ہوئی بولی۔ "یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ لوگ بھی یہاں موجود ہیں۔ اس میں اپنا
پے گناہ کا جوت فریبی صاحب کو دے سکوں گی۔"

"آخ خربات کیا ہے۔" جید بولا۔

"پولیس والوں نے تھک کر لکھا ہے۔ وہ میں کل کنور کے ساتھ ناق ری تھی نا۔ بس اسی

لئے وہ لوگ مجھ پر شکر رہے ہیں۔ کل رات سے اسی پر بیٹھنی میں جانا ہوں۔ کچھ مجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میرے ایک دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ میں فریدی صاحب سے مدد لوں۔“

”لیکن فریدی اس سلسلہ میں آپ کی کیا مدد کر سکے گا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے تاہے کہ وہ بے گناہوں کی مدد ضرور کرتے ہیں اور پھر خصوصاً اسی صورت میں جب کہ آپ لوگ بھی میرے ساتھ ہی تھے، میں اپنی بے گناہی اچھی طرح ثابت کر سکوں گی۔“ شہزاد بولی۔ ”آپ کی گفتگو کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فریدی صاحب سے کافی بے لکھت ہیں۔“

”کیا کہنے ہیں آپ کی بے لکھنی کے۔“ حمید فس کر بولا۔ ”بس یہ سمجھنے کہ فریدی کی بیوی ان کی بیوی ہے۔“

”بیوی.....!“ شہزاد چوک کر بولی۔ ”میں نے تاہے کہ انہوں نے شادی ہی نہیں کی۔“ میرے جس دوست نے ان کا پہنچتا تھا اُسی سے اُن کی بیویتی عجیب و غریب عاقلوں کے متعلق بھی معلوم ہوا تھا۔“

فریدی مسکرانے لگا۔

”عجیب و غریب عاقلوں سے آپ کا کیا مطلب ہے۔“ حمید بولا۔

”لیکی کروہ عام آدمیوں سے بالکل الگ تحملگ ہیں۔“ شہزاد نے کہا۔

”غالباً اس سے آپ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ فریدی صاحب کے سر پر دسینگ ہیں۔ ایک سو ڈن ہے اور کان سرے سے ہیں ہی نہیں۔“ حمید فس کر بولا۔

”تعجب ہے کہ آپ انہیں کے گھر میں بیٹھ کر اس طرح ان کا ملکہ اڑا رہے ہیں۔“

شہزاد تشروٹی سے بولی اور فریدی مسکرانے لگا۔

”آپ فریدی سے کیا کہنا چاہتی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”آخر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“ شہزاد نے اسامنہ بنا کر بولی۔ ”میں نے تو آپ سے

ہرگز یہ نہیں پوچھا کر آپ لوگ بہاں کیا کرنے آئے ہیں۔“
میدنے پر قبضہ لکایا۔

”میں آپ لوگوں کو اتنا بڑا اخلاق نہیں سمجھتی تھی۔“ شہناز براہی ہوئی آواز میں بولی۔

”آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ میں کس قدر پر بیشان ہوں۔“

”آپ خواہ گواہ پر بیشان ہیں، میں اس بات کی گواہی دوں گا کہ حادثے کے وقت آپ میرے ساتھ تھیں۔“ فریدی نے بھینگی سے کہا۔

”آپ کی گواہی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ یوں تو دو چار جھوٹے گواہ بھی بنائے جائے ہیں۔“ شہناز نے بیسی سے کہا۔

میدن پر پہنچتا۔ فریدی نے اسے گھوڑ کر دیکھا۔

”اچھا چھوڑ دیے ان باتوں کو..... کچھ چاہے دغیرہ چیختے۔“ فریدی نے کہا اور توڑ کر کو بلا کر چائے لانے کے لئے کہا۔

”کیا فریدی صاحب آپ کے کوئی عزیز ہیں۔“ شہناز سمجھب ہو کر بولی۔ ”آپ کی بے تکلفی سے تو بھی ظاہر ہوتا ہے۔“

”مجی نہیں..... بلکہ میں خود فریدی ہوں۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”اڑے..... آپ.....!“ شہناز گمراہ کر کری سے احتی ہوئی بولی۔

”ہاں..... ہاں..... آپ انھی کیوں نہیں..... بیٹھئے۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”اور یہ سر جنٹ حمید ہیں..... میرے استھن اور بھترین دوست۔“

شہناز کبھی حمید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی فریدی کی طرف۔

”محافی چاہتی ہوں..... ابھی ابھی میں آپ کے ساتھ جویں گستاخی سے بیٹھن آئی تھی اور اس کی وجہ حاضر لا علی ہے۔“ شہناز شرمدگی کے لبجے میں بولی۔

”کوئی بات نہیں..... ہمارا پیشہ عی ایسا ہے۔“ فریدی سکرا کر بولا۔

”مجھے بخت شرمدگی ہے۔“ شہناز بولی۔ ”لیکن کل آپ نے اپنا کوئی بودنام بتایا تھا۔“

"میں نے غلط بھیں بتایا تھا۔ میرا پورا نام احمد کمال فریدی ہے لوگ مرف فریدی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حید نے بھی اپنا نام غلط بھیں بتایا تھا۔"

"میں سمجھی تھی کہ آپ بوزہ نہیں تو اور ہر ضرور ہوں گے۔ مگر آپ تو.....!" شہزادے کہا۔

"آپ غمک سمجھتی تھیں..... یہ اس وقت بھیں بدلتے ہوئے ہیں۔" حید جلدی سے بولا۔ فریدی پہنچنے لگا۔

"کیا واقعی.....!" شہزادہ حیرت سے بولی۔

فریدی سکرا کر حید کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں میاں حید ملٹمن روہو تمہاری بھجوپ بھجے قلعی پسند نہیں آئی۔

استھن میں چائے آگئی۔ تینوں چائے پینے لگ۔

"میں کیا یہاں کر اس وقت مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے، خدا نے اگر میرے اوپر صیحت ڈالی تو اس سے بچاؤ کا انتظام بھی پہلے عن کر دیا۔" شہزادہ چائے کی پیالی رکھتی ہوئی بولی۔

"آپ ملٹمن روہے..... آپ کو کوئی کچھ نہ کہے گا۔" حید بولا۔

"ہاں..... زرایہ تائیے..... لیکن غمک تائیے گا کہ رام نگمہ یعنی کون صاحب کو کب سے جانتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بندھا میں آپ سے بھی کہتی ہوں کہ لکھ شام کے علاوہ میں نے اسے بھی بھیں دیکھا۔"

"اس سے آپ کا تعارف کس نے کر دیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"لیڈی سیدا رام نے۔" شہزادے کہا۔ "لیڈی سیدا رام مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ میں ان کی چھوٹی بیکن کا نیشن کرتی تھی، جب میں لکھ شام کو آکر لہو پیچی تو یہ دونوں بیٹھنے لئے تھے۔ لیڈی سیدا رام نے مجھے بھی اسی میز پر باتیا۔ وہیں اس سے تعارف ہوا۔ لیڈی سیدا رام کو تمہری دی بعد پانچ کلوں کام یاد آگیا اور جلدی وہاں آجائے کا وحدہ کر کے چلی گئی۔ مجھے حید صاحب کا انتقال کرنے تھا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے سے آرٹیجوں میں لٹھ کا وغیرہ کیا تھا اس لئے میں

وہیں کنور صاحب کے پاس بیٹھی بائیں کرتی رہی پھر کچھ دیر بعد ناج شروع ہو گیا۔ لیڈی سیدا رام اس وقت تک نہیں لوٹی تھیں۔ ہمارے جید صاحب بھی عارد تھے، میں سوچ رہی تھی کیا کروں کہ کنور صاحب نے ناچنے کی درخواست کی۔ دل تو نہیں چاہتا تھا مگر اخلاق تھا چنانی پڑا۔“

”اچھا دوسرا رہ راؤٹ میں جو مورت اس کے ساتھ ناج رہی تھی وہ کون تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”لیڈی سیدا رام..... وہ شاید پہلے ہی راؤٹ کے درمیان واپس آگئی تھیں۔“ شہزاد نے کہا۔

”اچھا تو وہی لیڈی سیدا رام تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ تو بالکل جوان ہیں اور سیدا رام کی عمر ساخن سے کسی طرح کہ نہ ہو گی۔“

”یہ ان کی دوسری بیوی ہیں۔ ابھی تین سال ہوئے ان کی شادی ہوئی ہے۔“

”جس لاکی کو آپ پڑھاتی ہیں اس کی کیا عمر ہے؟“

”زیادہ سے زیادہ چھڑہ سال۔“

”کیا وہ بھی سیئی رہتی ہے۔“

”تھی ہاں! لیڈی سیدا رام اسے اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔“

”سر سیدا رام اور لیڈی سیدا رام کے تعلقات کیسے ہیں۔ میرے خیال سے تو آپ میں بھی نہ ہو گی۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔

”ظاہر تر انکی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔ تقریباً ایک سال سک میں ان کے یہاں آتی جاتی رہی ہوں۔“

”اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ پولیس کو اس کی اطلاع کیسے ملی کہ آپ اس کے ساتھ ناج رہی تھیں۔ کیا آرگمنگ میں کوئی اور بھی شناسا موجود تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”میرے خیال سے تو آپ دونوں اور لیڈی سیدا رام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا یا مگر

ہے کل رہا بھی ہو جیکن مجھے اس کی اطلاع نہیں۔“

”آپ نے پولیس کو بیان دیتے وقت یہ بتایا تھا جیکن کہ لیڈی سیدارام عمر صنک مخول کے ساتھ رہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”مختول.....!“ شہناز چوک کر بولی۔ ”تو کیا کنور صاحب کو قتل کیا گیا ہے جیکن اخبارات میں تو ان کی خود بھی کی خبر شائع ہوئی ہے۔“

”ممکن ہے ایسا ہی ہو۔“ فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔ ”ہاں آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔“

”میں دراصل پولیس کو یہ بتانا بھول گئی کہ لیڈی سیدارام بھی کنور صاحب کے ساتھ تھیں۔“ شہناز نے کہا۔ ”میں ابھی اس کی اطلاع پولیس کے دوں گی۔“

”میں اب اسکی ضرورت نہیں۔ آپ پولیس کو کوئی اور بیان نہ دیجیے گا۔ میں ابھی کو قوایی چاکر سب معاملات غلیک کروں گا۔ آپ قطعی محفوظ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”کس زبان سے آپ کا ٹھیکریہ ادا کروں۔“ شہناز نے کہا۔

”ٹھیکریہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔“ حمید نے منہما کر کہا۔ ”یا اپنے ہی آدمی ہیں۔“

”کیا کہا آدمی.....!“ فریدی نے بہاؤ خصہ سے کہا۔

”جی نہیں آفیسر.....!“ حمید نے محبود گیا ہو رکھ راہت کی ایک جگہ کرتے ہوئے کہا۔ شہناز

ہنسنے لگی۔

شہناز غائب

شہناز کے چلے جانے کے بعد فریدی اور حمید دونوں کو قوایی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان

کی کاریجزی سے شہر کی سڑکیں ملے کر رعنی تھی۔

”کیوں بھی حید..... شہزاد کے حق تھا را کیا خیال ہے۔“ فریڈی نے کہا۔

”یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں اور کس حیثیت سے۔“ حید بولا۔

”ماش کی حیثیت سے نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ سرجٹ حید کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں۔“

”تو میرا جواب یہ ہے کہ میں اس کیلئے کسی حالت میں بھی سرجٹ حید نہیں ہو سکتا۔“

”اور اگر رام علّم کے قل میں اسی کا ساتھ ہو تو۔“ فریڈی نے کہا۔

”جب بھی میں صرف حید رہوں گا۔“ حید نے بھیدی سے کہا۔

”ٹیباش..... اے بھتوں کے بھائی۔ خدا تم پر رحم کرے۔“ فریڈی نے خس کر کہا۔ ”اگر

بھی بات ہے تو مجھوں اسی محنت کو اس کیس سے الگ عی کرنا پڑے گا۔“ فریڈی نے کہا۔

”تو آپ کو یہ کیس ملائی کہ جاتا ہے۔ کوئی ایسا ناہیں کیس نہیں۔ رام علّم ایک عادی

بھرم اور قائل مقاومت بھی پولیس کے ہاتھے چڑھا اسے پانی ضرور ہو جاتی۔ میرا خیال ہے کہ

اس سلسلے میں کچھ زیادہ چھان میں عی نہ کی جائے گی۔ لیکن ایک بات کچھ میں نہیں آئی کہ

اخبارات میں خود کشی کا واقعہ کیوں شائع ہوا ہے۔ جب کہ آپ پورے دلائل کے ساتھ اسے قل

ہابت کر پکے تھے۔“

”یہ سب اسی بوڑھے سب اسپلکر کی ثروات ہے وہ دراصل اینی کارگزاری دکھا کر ترقی

اٹھا مل کرنا چاہتا تھا۔ دو تین دن کے بعد وہ اپنے طریقہ پر اس بات کو پلک کے سامنے لائے گا

کہ مرنے والا کسی ریاست کا راج کمار نہیں بلکہ مشورہ بد محاشر رام علّم کا اور اس نے خود کی

نہیں کی بلکہ اسے قل کیا گیا ہے۔ خیر ہجھے کیا۔..... اس طرح اس کا بھلا ہوتا ہے تو مجھے کیا

اعراض ہو سکتا ہے۔“

”لیکن آپ نے جس وقت اپنے دلائل چیز کے تھے وہاں ہوئیں کا خبر بھی تو موجود

تھا۔“ حید نے کہا۔

”تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کا بذریعت آسانی سے بند کیا جاسکتا ہے، میرے خیال

سے تو سب اسپلکر کی صرف ایک عی دھکی کافی ہوئی ہو گی۔“

”خبر اگر ایسا ہے تو میں ان بوڑھے میاں سے سمجھ لوں گا۔“ جید نے ہوت سکوٹے ہوئے کہا۔

”اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔“ فریدی نے آہت سے کہا اور کوتوالی کے پچانک میں داخل ہونے کے لئے کارگھانی۔

بوڑھا سب اپکل سنہا کوتوالی میں موجود تھا اور وہ نوجوان سب اپکل بھی جو واردات کی رات میں اپکل سنہا کے ساتھ تھا۔

”فریدی صاحب آپ کی رات والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔“ اپکل نے بھیپ مٹاتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے خود شیخی سمجھتا ہوں۔“

”ممکن ہے آپ علی کی رائے درست ہو..... مجھ سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔“ فریدی نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

”نہیں..... خیر میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔“ سنہا نے کہا۔

”لیکن آپ نے تحقیقات کے سلسلے میں غلط آدی کو منتخب کیا ہے۔“ فریدی نے سارہ لٹکاتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“ سنہا بولا۔

”جس وقت یہ واردات ہوئی شہزاد میرے ساتھ ناق رعنی تھی اور آخر تک میرے ہی ساتھ رہی، پہلے راؤٹر میں وہ ضرور رام نگہ کے ساتھ ناچی تھی لیکن کنور عی سمجھ کر..... اس سے پہلے بھی اس نے اسے دیکھا بھی نہ تھا۔“

”تب تو واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔“ سنہا نے جواب دیا۔

”خیز کوئی بات نہیں وہ بھماری بہت پریشان ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہاں یہ تو بتائیے کہ اس بات کا آپ کو کس طرح علم ہوا کہ شہزاد رام نگہ کے ساتھ ناق رعنی تھی اور اس کے ساتھ ناچنے والی دوسری گورت کون تھی۔“

”دوسری کے محل میں سمجھ نہیں جاتا۔“ سنہا نے جواب دیا۔ ”اور بعض وجوہات کی

ہناہ پر یہ بھی نہیں تا سکتا کہ شہزاد کے متعلق اطلاع دینے والا کون ہے۔“

”خیر میں اس کے لئے آپ کو بجورہ نہ کروں گا۔ میں تو اس وقت تھن شہزاد کی طرف سے منانی چیز کرنے کے لئے آیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”اس کی طرف سے آپ مطمئن رہئے۔“ نہانے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں اب معاف چاہتا ہوں ایک ضروری کام سے بچنے باہر جانا ہے۔“

”ضرور ضرور.....!“ فریدی نے اندر کر اس سے ہاتھ ملا جائے ہوئے کہا۔

نہا چلا گیا..... تو جوان سب اپکڑ ابھی تک خاموش بیٹھا تھا۔ فریدی اس کی طرف مخاطب ہوا۔

”کہنے والو غصی..... کیا آپ ابھی حال ہی میں بھاں آئے ہیں۔“

”جی ہاں..... فرینگ لے کر آئے ہوئے ابھی صرف چڈاہ ہوئے ہیں۔ ابھی تو کام ہی سکھ رہا ہوں۔“

”آپ ترقی کریں گے۔ آپ کی بلند اور کشادہ پیشانی پکار پکار کر آپ کی ذہانت کا اعلان کر دیں ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”لیکن اس لائن میں ترقی کرنے کے لئے تمہاری کی جانبازی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اب نہنا صاحب عی کو لے لیجئے۔ لکھی ہو شیاری اور اختیاط سے کام لے رہے ہیں کہ ابھی تک اس بات کا بھی اعلان نہیں کیا کہ متول راج کدار نہیں بلکہ مشورہ بدمعاشر رام نکلے ہے۔ اگر یہ اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو ان کا سرکل اپکڑ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔“

”اگر آپ لوگوں کی معاہتیں ساتھ رہیں تو میرا ترقی کرنا مشکل نہ ہوگا۔“ تو جوان سب اپکڑ نہایت سعادت مندی سے بولتا۔

”بھی میرے لائق جو خدمت ہواں کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ بچھنے نہ جانے کیوں آپ سے کچھ انسیت ہی ہو گئی ہے۔ لیجئے سکار بیجئے۔“ فریدی نے سگار کا ذائب بڑھاتے ہوئے کہا۔ تو جوان سب اپکڑ نے سلام کر کے ایک سگار لیا اور سلاکا کر بلکہ بلکہ کش لینے لگا۔

”ند جانے کیوں سر اول چاہ رہا ہے کہ اس کیس کی خوبی طور پر تفیض کروں اور کامیابی ہو جانے پر میجر کر دوں کہ اس کی کامیابی کا سہرا آپ سعی کے سر ہے۔“
وجہان سب انکلکی بآچیں محل گئیں اور اسکے مندر سے صرف اتنا ہی نہل کا۔
”نہار کے کیا۔“

میں واقعی نہ چانے کیوں میں آپ کو ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ کیس نہما صاحب کی ہے۔ ہر ہی کی وجہ سے مگر سراغ رسانی کے پردن کیا جائے گا اور سردارل بھی چاہتا ہے کہ اس کی تحقیق کروں، لہذا اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ حقیقتیں کے بعد مجھے کسی نہ کسی کے سر اس کی کامیابی کا سفر اضطر بارع منا پڑے گا۔ اس لئے میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ آپ یعنی کیوں نہ ہوں۔

”اڑے ماحب اگر ایسا ہو تو کیا کہنا میں خود کو دنیا کا خوش قسم ترین انسان تصور کروں گا۔“ توجہ ان اسلک بولا۔

”یکن اس کے لئے راہداری شرط ہے۔“ فرمی نے کہا۔ ”وراہگی حکم تو بھی پڑھیں جل سکا کر شہزاد کے حلقوں کرنے والا کون ہے۔“

”آپ ملٹن رہے میں کسی سے اس کا تذکرہ نہ کروں گا۔“ تو جان سب اسکے نے کہا۔ ”اور شہزادے کے حقیقی اعلان دینے والی ایک محورت ہے۔“

”وہ کون گورت ہے ...؟“ فریدی نے جلدی سے پوچھا۔

”لیٹی سیا رام.....“ توجہ سب اکھلے نے آہت سے کہا۔ ”کل آپ کے طے
جانے کے بعد وہ میں آر لگھ میں مل جائی۔“

”مہت خوب..... اچھاں کا ترکہ سماں صاحب سے نہ کچھ گا۔ میں اب چلوں گا۔“
فریدی لے ائمہ ہوئے کہا۔

"پاں میں آتے کام بوجلتا تو بھول عی گیا۔"

”بھی جلد لش کلار کہتے ہیں۔“ ب اسکر نے اٹھ کر با تمہ ملاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بجلد میں صاحب... گمراہ یعنی نہیں... پس کے پڑے ہمہ رے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" فریدی نے کہا اور حمید کو لے کر باہر پڑا گیا۔

"کہو رخوردار کیتی رہی۔" فریدی نے کامیش پہنچتے ہوئے کہا۔

"بھی آپ کو گما بھی خوب آتا ہے۔" حمید فرش کر پول۔

فریدی ہنسنے لگا۔

"آپ کہاں جل رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"سوں سرجن کے بیان۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں... دہاں کیا کرتا ہے۔"

"رشوت دے کر اپنے لئے ایک ماہ کی چھٹی کے لئے میڈیکل سٹیکلیٹ لوں گا۔" فریدی

نے کہا۔

"یہ کیوں...؟" حمید نے حرمت سے کہا۔

"میں کتوں کی نمائش دیکھنے باہر جا رہا ہوں، اپنے پوچھو چشم کے کتنے بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"جیں آپ تو جی طور پر اس کی تھیں کرنے چاہے تھے۔" حمید نے حرمت سے

کہا۔

"میرے خیال سے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، اصلی مقصد تھہراز کو پہنانا تھا سو دہونا ہو گیا۔"

"تجب ہے کہ آپ ایسا کہ رہے ہیں۔ کیا آپ کو اس پر یقین ہے کہ سہائی ٹھہراز کا پیچا چھوڑ دے گا۔ اگر اسما تھا تو اس نے کیوں سی تارام کا نام کیوں چھپا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منکری دے دینے کے بعد بھی تھہراز پر شیر کر رہا ہے۔"

"بھی کچھ بھی ہو..... میرا جانا ضروری ہے۔ میں نمائش کے تھکم سے وعدہ کر چکا ہوں۔"

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ نمائش فتح ہوتے ہی فوراً اپنی آجائوں۔" فریدی نے کہا۔

”خبر صاحبِ جائیے..... آپ بھلامیرے لئے کیوں تکلیف کرنے لگے۔ جانتے ہیں نا
کہ شہناز میری دوست ہے۔“ حمید نے منہ پھلا کر کہا۔
”بس گلوگے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم تو ہونزے گھاڑی..... آخر اتنی جلدی کون سی آفت
آجائے گی۔ میرے جانے کے بعد سر بیتا رام کے گمراہی گمراہی کرتے رہتا۔ اچھا چلو.....
شہناز کو بھی لگے ہاتھوں کچھ ہدایتیں دیتا چلو۔“
”جی بس..... رہنے دیجئے۔ ہم لوگوں کی فکر نہ سمجھئے۔ خدا آپ کے کتوں کو سلامت
رکھے۔“ حمید نے منہ سنا کر کہا۔

”آپ گدھے ہیں۔“ فریدی نے کہہ کر کار شہناز کی طرف مورڈی۔
شہناز تکلی روڑ پر ایک چھوٹے سے اگریزی وضع کے خوبصورت مکان میں رہتی تھی۔ اس
وقت وہاں نہ جانے کیوں اچھی خاصی بھیز کی ہوئی تھی۔ شہناز کی بوزہی ملازمہ ہاتھ پنچا چاکر
لوگوں سے باشیں کر رہی تھی۔

”کیا بات ہے۔“ حمید نے کار سے اتر کر اس سے پوچھا۔
”اے صاحب نہ جانے کیا ہو گیا۔“ وہ ہاتھی ہوئی بولی۔
”کیا ہو گیا۔“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”ابھی مس صاحب یہاں کھڑی تھی۔ میں وہاں برآمدے میں دیکھ رہی تھی، اپنے
ایک موڑ یہاں آ کر رکی۔ اس پر سے دو آدمی اترے اور انہوں نے مس صاحب کو اٹھا کر موڑ میں
ڈال دیا اور موڑ یہ جاؤ جاؤ..... نہ جانے کیاں غائب ہو گئی۔ ہائے اب کیا ہو گا۔“ ملازمہ روتی
ہوئی بولی۔

”موڑ کو ہرگز۔“ فریدی نے جلدی سے کہا۔ اور کتنی دری ہوئی، موڑ کا رنگ کیسا تھا۔
”مشکل سے پدرہ میں منت ہوئے ہوئے گئے۔“ ملازمہ نے دمکن کی طرف ہاتھ اٹھاتے
ہوئے کہا۔ ”موڑ اس طرف گئی ہے۔ موڑ کا رنگ کستھی تھا، بالکل تی معلوم ہوتی تھی۔“
”حمدی جلدی کرو۔.....!“ فریدی نے کار میں بینچے کر اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

فریدی کی کارخانی سے دکن کی طرف جا رہی تھی۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" فریدی نے کہا۔

حید نصر میں ہوتی چبارا تھا۔ وہ دونوں گھنٹوں سرکیس ناپتے پھرے لیکن سختی رنگ کی تی کا رکھنے والے کھلائی دی۔

"خبر کرو میاں حید، اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔" فریدی نے اس کا شاند تجھے کہے کہا۔

"میں چھڑ کئے رجنوں پر.....!" حید نے بُدا سامنہ بنا کر کہا۔

"بس چھڑنا بھول گئے۔ اب ہی تو آئے جاتا پکر میں۔ اچھا ب سول سرجن کے بھال چلتا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے تو آپ سینیں اتنا روایتیں۔ جب تک میں اس کار کو تلاش نہ کروں گا مجھے میں نہ آئے گا۔" حید نے کہا۔

"اچھی ہوئے ہو، اس شہر میں سختی رنگ کی رجنوں کا ریس ہوں گی۔ کیا چھ اسپنڈ کی کارخانی رنگ کی نہیں۔ اس طرح بھی کہیں سرانگ ملا کرتا ہے۔"

"پھر تابے میں کیا کروں۔" حید نے بے بی سے کہا۔

"مجھے فی الحال جانے دو اور خود سیاہ رام کی کوئی کی گھرانی کرتے رہو گئیر دار کوئی حماقت نہ ہونے پائے۔ وہی پر مجھے مکمل روپور دینا اور سیاہ رام کی کوئی کے اندر جائیکی کوشش نہ کرنا۔"

یلو ڈنگو

سیاہ رام شہر کے سوز آدمیوں میں سے تھے اور پہنچاہ دوست کے ماں تھے۔ ان کی عمر تین پاسانچے کے لگ بھگ رہی ہو گئی۔ پچاس سال کی عمر میں ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔

وہ لاولد تھے۔ جیلی بیوی سے کئی اولاد تھی۔ بیوی کے مرنے کے پچھے دن بعد تک وہ یہ مدد کرنے رہے کہ دوری شادی کسی حال میں نہ کریں گے لیکن آخر کار ان کا دل ان کے ایک قرض خواہ کی بحثان لڑکی پر آئی تھی اور انہوں نے اس کے ساتھ شادی کر لی، لیکن موجودہ لپڑی سریخارام تھی۔ اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بیوی کو دیتی تھی۔ سریخارام اسے اپنی صشمی دلار ہے تھے۔ سریخارام کے ساتھ ان کا بھنجا سریدھر کلار تھی۔ رجھاتا تھا، جو تین سال قبائل گلستان سے ایم۔ اے کی ذکر گئی لے کر واپس آیا تھا۔ یہ ایک وجہ اور تکردار تو جان تھا۔ سریخارام اسے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ عماد بھائی کیا ان کے پاس قدر پا ساٹھ ستر کتے رہے ہوں گے اور سب اپنی خانل آپ۔ دنیا کی کوئی مشہور نسل نہ رہی ہوگی۔ جس کا ایک آدم جو دنیا ان کے پاس نہ ہو۔ شہر میں وہ کتوں کے ایکٹھاں سمجھے جاتے تھے۔ اس لائن میں ان کی تجویز کاری کا یہ عالم تھا کہ محض کتوں کی آواز سن کر اس کی نسل کے پارے میں پورے پورے لکھر دے ڈالتے تھے۔

جید نے ان ساری باتوں کا پیچے لگایا تھا اسے رہو کر فریبی پر حصہ آ رہا تھا۔ وہ اس کی پرشاخوں کی پرواد کے بغیر کتوں کی نمائش میں حصہ لیتے کے لئے بھی چلا گیا تھا۔ وہ کریں کیا سکتا تھا۔ فریبی بہر حال اس کا آفیسر تھا۔ یہ اس کی شرافت اور ایک قسمی تھی کہ اس نے کبھی اس پناہ مخت نہیں سمجھا۔ حمید دن میں اسی بار سریخارام کی کوششی کا چکر لگانا چاہیے ہے سو۔ کسی حرم کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسے سب سے بڑی پریشانی شہزاد کی وجہ سے تھی۔ ورنہ بھلا دو کھل خواہ تو وہ اپنا وقت برپا کرتا۔ معلوم نہیں وہ کہاں لو رکس حال میں ہوگی۔

اس دوران میں فریبی کی طرف سے میدان صاف دیکھ کر اپکھڑنہائے بھی تھے جسے گل کھلانے شروع کئے۔ ایک دن اخبارات میں خبر دیکھنے میں آئی کہ آرگمنڈ میں خود کشی کرنے والا کوئی راج کار نہیں بلکہ مشہور گورت فروش رام گل تھا۔ پھر دوسرے دن اخبار والے تھی رہے تھے کہ رام گل نے خود کشی نہیں کی تھی بلکہ اس کو کسی نے قتل کر دیا تھا اور ساری سراغ رسانی کا سرا اپکھڑنے والے سرباندھا جا رہا تھا۔ اخبارات دل کھول کر اس کی قبر نہیں نکلے پہنچا نہ۔

رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر حمید کا خون کھولنے کا وہ کوتوالی پہنچا۔ اتنا ٹانپکڑ سہما سے جلدی
ڈیکھ لیز ہو گئی۔

”کچھ حمید صاحب مراجع تو اتھے ہیں۔“ اچھا سہما نے سکرا کر کہا۔

”میں ہاں کافی اچھے۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ”ہمارے مراجع اچھے نہ ہوتے تو یہ دن
دیکھا گیسیب نہ ہوتا۔“

”آپ کچھ پر بیان مسلم ہوتے ہیں۔“ سہما نے کہا۔ ”بھی کیا کروں مجبوراً شہزاد کا
وارث کرنا گئی تھاری تھری پڑا۔“

”وادعہ گرفتاری۔“ ”حید چوک کر پڑا۔“ کیا مطلب؟

”میں ہاں..... وہ بہت عیار گورت مسلم ہوتی ہے۔“

”کیا بکواں ہے۔“ ”حید نے جلا کر کہا۔“ اسے تو کچھ لوگ زبردستی پکڑ لے گئے۔
سہما نے کہا۔

”بھی آپ کی عمر ہی کیا ہے حمید میاں۔ میں نے بال و پہ میں سفید ٹھین کئے۔“
سہما نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ ”حید نے کہا۔

”اچھا یہ ہائی۔ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کچھ لوگ اسے زبردستی
پکڑ لے گئے۔“

”ٹھین۔۔۔ لیکن ہم لوگ تمیک اس وقت پہنچتے جب اس کی توکرانی مکان کے سامنے
کمزی شور چارہ ہی تھی۔“

”تو مجھ مخالف صاف ہے۔“ سہما نے ہاتھ لٹھتے ہوئے کہا۔ ”شہزاد نے بنا احمدہ پل اسٹ
بنایا۔ ایک طرف اس نے آپ لوگوں سے اپنی صفائی ملوانی اور درودی طرف اپنی بیگناہی کا اور
زیادہ ٹھین دلانے کیلئے اس طرح غائب ہو گئی۔ بھی یا لکی عیار گورت فٹی۔“

”تو اس طرح مجھ یہ بھی کہا۔۔۔ ملکا ہے کہ میں اور قبیلی صاحب بھی اس قتل میں شریک
ہے۔“

ہیں کیونکہ وہ آخر تک ہمارے ساتھ رہی تھی۔ ”جید نے خصہ سے کہا۔
”میں یہ بھی کہتا کہ آپ کی گواہ غلط ہے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا کہ اس نے آپ لوگوں کو
بھی دھوکہ دیا ہو۔“ سنبھالنے کہا۔
”قطۇلۇ ئامىكىن ھے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ سنبھالنے آئتے سے کہا اور اپنی بیز پر رکھے ہوئے کانٹادات اللئے پڑتے
لگا۔ جید خصہ میں اپنے ہونٹ پچارا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک یونہی بیٹھا رہا بھر خاموشی سے اٹھ کر
باہر نکل آیا۔ شام ہو رہی تھی، بازار میں کافی بھیڑ ہو گئی تھی۔ جید بُری طرح الجھ رہا تھا۔ اس
وقت سنبھال سے گھنکوکرنے کے بعد سے اس کا مروہ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔ دل بہلانے کے
لئے وہ ایک رستوران میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا چاہے پہنچا لیں دہانیں دہانیں بھی دل نہ لگا۔
رستوران سے نکل کر وہ فٹ پاتھ پر کھدا ہو گیا اس کی سمجھ میں بھیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔
وہنا اس نے ایک ٹھیکی روکائی اور اس پر بینٹ کر سر سیتا رام کی کوئی کی طرف رو انہوں نو گیا۔ کوئی
سے ایک فرلاگ اصرحت اس نے ٹھیکی روکائی اور دہان سے پیدل چلا ہوا کتابوں کی ایک
دکان پر آیا۔ یہاں اس کے اور کوئی کے درمیان میں صرف سڑک حائل تھی وہ بظاہر کاؤٹر پر
گئی ہوئی کتابیں الٹ پلٹ رہا تھا لیکن اس کی ناچیں کوئی کے پائیں باخ کے چھانک کی طرف
گئی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد سر سیتا رام ایک کشتنی رنگ کے اکٹھل کتے کی زنجیر تھا۔
کوئی سے یہ آمد ہوئے۔ یہ ان کی سیر کا وقت تھا۔ ان کی عادت تھی کہ وہ روزانہ شام کو اپنے کسی
چیزتے کے کوہراہ لے کر ہوا خوری کے لئے پیدل لارڈس گارڈن تک جیا کرتے تھے۔ جید انہیں
جانا ہوا دیکھا رہا۔ اس نے جلدی سے ایک کتاب خریدی اور سر سیتا رام کے بیچے جمل پڑا۔ سر
سیتا رام بڑھا پے کی سرحدوں میں ضرور قدم رکھ پچھے تھے لیکن اس کے قوی اہمیت کا نظر
مضبوط معلوم ہوتے تھے، پچھہ ڈاڑھی اور موچھوں سے قلعی آزاد تھا۔ بھرے ہوئے چپرے پر
پہنچنے پئے ہونٹ کچھ عجیب سے معلوم ہوتے تھے۔ کہنی اور آنکھوں کے درمیان بے شمار کتھیں
تھیں، چلا جیزا اپرے کے اوپری حصے کی بُفتہ زیادہ بھاری تھا۔ ان کی چال میں ایک عجیب

حتم کی شان پائی جاتی تھی، جس میں خود رکی آئیزش زیادہ تھی یا بھر ان میں یہ ای اڑ بھیں سال
نکھل فوچی تو ندی ببر کرنے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہوا، ویسے دکانی خلیق اور طنطا ر مشہور تھے
جیسے اُنہیں کسی بار دیکھ چکا تھا۔ وہ اُنہیں ایک خطرناک آدمی سمجھنے لگا تھا۔ علم القیادہ کے
ماہرین کی طرح وہ بھی اسی پر امہمان رکتا تھا کہ بھاری بجزوں کے لوگ عموماً خالیانہ رہ جاتا ہے
کے مالک ہوتے ہیں، نہ جانے کیوں اس کا دل بار بار کہ المحتا تھا کہ سریام سنکھے والے مخالفے
میں ان حضرت کا ہاتھ ہے اور شہزاد کو غائب کر دیئے کے ذمہ دار بھی سکی ہیں۔

جیسے برادر سریاماں کا تعاقب کئے جا رہا تھا۔ حوزہ دیر کے بعد وہ لاڑن گارڈن پہنچ
گئے۔ چند لمحے پہنچ رہنے کے بعد وہ ایک پٹپت پر پہنچ کر ستانے لگے۔ جیسے بھی کچھ دور ہوت کر
ایک پٹپت پہنچ کر تی خریدی ہوئی کتاب کے درق اتنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح سریاماں
سے جان پہنچان پیدا کرے۔ لہاپک خراہت کی آواز سنائی دی اور ایک پلے رنگ کا
خفاک کتا ہندی کی پاؤں پہلا لگا۔ ہوا سریاماں کے کٹے پر جھپٹ پڑا۔ اس نے ان کے کٹے
کو دو قسم پہنچیاں دیں، اور اس کی گردن دبا کر پہنچ گیا۔ سریاماں کے کٹے نے ہم کر آواز بھی
لکھنی چھوڑ دی تھی۔ سریاماں پٹپت پر کھڑے ہو کر جی رہے تھے۔

"اے ہو... ہو... ڈھونگ کے پیچے۔" ایک آدمی ہندی کی باڑھ کی دوسری طرف سے
کھتا ہوا کوڑا۔ اس نے جھپٹ کر پلے کٹے کے پیچے پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس کی گرفت سے آزاد
ہوتے ہی سریاماں کا کتا بھاگ کر پٹچ کے پیچے دبک گیا۔ نووارد ایک عجیب الالتبت آدمی معلوم
ہوتا تھا۔ دیکھنے میں وہ کافی مہذب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن چہرے سے بلا کی عیاری اور مکاری
ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کے سرخ دپسید چہرے پر گھبرے سیاہ رنگ کی فرشتے کٹ ڈاڑھی بڑی
عجیب لگ رہی تھی۔ لیکن اس میں بے ڈھنکا پن نہیں تھا۔ آنکھوں پر بخیر فرم کا سبک سا پچھڑتا
موجھیں باریک اور نو کلی تھیں۔ جسم کی ساخت جیچ جیچ کر کہ رہی تھی کہ وہ کڑی محنت کا عادی
ہے۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوت چکن رکھا تھا۔ جموئی حیثیت سے وہ کسی اوپری سوسائٹی کا فرد
معلوم ہوتا تھا۔

”جتاب والا مجھے عامت ہے۔“ اس نے پھرے ہوئے پلے کے کو اپنی طرف کھینچے

ہوئے کہا۔

”مگر..... مگر..... اتنا خوفناک کہا آپ اسے اس طرح آزاد کیں چھوڑ دیتے ہیں۔“

سریحارام نے نہ اساتھ بنا کر کہا۔ ”آپ ایک بماری جنم کر رہے ہیں۔“

”جنم؟“ ابھی نے چونک کر کہا۔ ”ہلا اس میں جنم کی کیا بات ہے۔“

”ایسے خطرناک کہے کہ آزاد چھوڑ دینا جنم نہیں تو اور کیا ہے۔“ سریحارام ترشی سے بولے۔ ”یا پھر شاید آپ اس کی نسل سے نادافت ہیں۔ یا افرینی نسل کا ملبوہ تکہ ہے، بعض اوقات یہ شیر اور پیٹے سے بھی بکر لے لیتا ہے، یہ آپ کو لاکھاں سے اور بیہاں کی آب و ہوا میں اب بک کرے ہے۔“

ابھی سریحارام کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ خداوس کا چہرہ خوشی سے چکنے لگا۔

”واہ رے میری قسم.....!“ وہ تقریباً چیخ کر بولا۔ ”سارے ملک میں آپ ہی مجھے کوئی کے محاٹے میں اسے تجہی پا کار نظر آئے ہیں، مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے اور مجھے خود حیرت ہے کہ یہ کہا کیاں کی آب و ہوا میں کس کے پاس تھا اور یہاں زندہ کیے رہا۔“

”کیا مطلب.....؟“ سریحارام نے چونک کر کہا۔ ”اے کیا یہ کہا آپ کا نہیں ہے۔“

”مجی نہیں ایہ بہت ہی میزبان و غریب طریقے سے مجھک پہنچا ہے۔“ ابھی نے اپنے

پاپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

سریحارام تو جا اور وچھی کے ساتھ ابھی کو دیکھ رہے تھے۔ حید کا دل بڑی شدت سے ہڑک رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے کو پیچا رہا تھا۔

”تمن چار دن کی بات ہے۔“ ابھی کہنے لگا۔ ”میں خدا کھلیل کروائیں آرہا تھا میں نے

ایک ملتی ہوئی ٹرین کے جانوروں کے ڈبے سے اس کے کو دکھ کر باہر آتے دیکھا۔ ٹرین گزر گئی اور یہ بھاگتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔ میں نے کارروک دی اور اتر کرا سے پکڑ لیا۔ جب سے یہ

میرے پاس ہے۔"

"لیکن یہ اتنی جلدی آپ کے قبوں میں کیسے آگئا۔" سریتا رام پلکیں جھپکاتے ہوئے

بولے۔

"اوہ میرے نے یہ کون ہی بڑی بات ہے۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔ "میں نے اپنی زندگی کا پیشہ حصہ افریقہ کے چھٹلوں میں گزارا ہے۔ میں اس ذات کے کتوں کی لیس نس سے واقف ہوں۔" سریتا رام جلدی سے بولے۔

اجنبی نے اپنے کتے کے گلے میں زنجیر ڈال کر اسے ایک ناخ کے پائے سے باندھ دیا اور سریتا رام کے کتے کو گود میں اٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ بھیج رہا۔

"مجھے چھوٹی ذات کے اکٹھل بہت پسند ہیں۔" اجنبی بولا۔ "آپ بہت شوق ان آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس اور کتنے بھی ہیں۔"

"می ہاں.....!" سریتا رام مسکرا کر بولے۔ "تری پانچ یا چھوڑ جن۔"

"پانچ چھوڑ جن۔" اجنبی چونک کر بولا۔ "جب تو آپ واقعی بالکل میرے ہم مذاق ہیں۔"

"تو کیا آپ بھی۔" سریتا رام نے کہا۔

"می ہاں.....!" اجنبی نے جواب دیا۔

"آپ کی تحریف.....!" سریتا رام نے کہا۔

اجنبی نے اپنا ملاقاتی کارڈ جیب سے کاٹ کر سریتا رام کے ہاتھ میں دے دیا۔ "کریں جی پر کاشی بی ای!" سریتا رام نے بلند آواز سے کارڈ پر حمل۔

"اور آپ.....!" اجنبی نے کہا۔

"لوگ مجھے سریتا رام کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"سریتا رام.....!" اجنبی نے خوشی کے لمحے میں چیز کا رس سے ہاتھ ملاجئے کر کے بدلے پر کیوں نہ ہو۔ آپ سے زیادہ کتوں کے

بارے میں کون جان سکتا ہے۔ بھی تو میں کہوں..... میں نے آپ کی تعریف ایک اگرچہ دوست سے افریقہ میں سنی تھی، اس اچاک ملاقات سے مجھے لئی خوشی ہوئی ہے۔ یہ میں بھی پیان کر سکتا۔“

آپ مجھے خواہ خواہ شرمندہ کر رہے ہیں، اورے آپ بھلاکس سے کم ہیں۔” سریح ارام نے عکسر المراہی کے ساتھ کہا۔ ”کیا اس وقت میں افریقہ کے مشہور کروڑ پتی سے ہم کلام جھیں ہوں۔“

”یہ بھری خوش نسبتی ہے کہ یہاں بھی لوگ مجھے جانتے ہیں۔“ ابھی نے سکرا کر کہا۔

”ایک بار میرا ارادہ ہوا تھا کہ افریقہ کی ایک بہرے کی کان کا حصہ دار ہو جاؤں، اسی دوران میں مجھے آپ کا نام معلوم ہوا تھا، واقعی میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آج آپ سے اس طرح ملاقات ہو گئی۔“

اب دونوں گلکوکرتے ہوئے پنچ پر بیٹھ گئے تھے۔ حید کی نظریں کتے پر جی ہوئی تھیں۔

اس نے ان دونوں کی گلکو صاف سنی تھی۔ یہ کرکل پر کاش اسے حدود بچ پر اسراز معلوم ہوا تھا۔ پہاڑوں کا کتاب پڑھ رہا تھا لیکن سمجھیوں سے بار بار ان کی طرف دیکھتا چاہا۔ دھڑا ایک خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اسے آج یہ اطلاع ملی تھی کہ مختول رام عکھ کے کچھ ساتھی اس کے ٹائل کی خلاف میں سرگردان ہیں تو کیا یہ ابھی انہی میں سے کوئی ایک ہے؟ مگر یہ اسے کیسے لے سکیں اس کی آنکھیں اسے دوکا تو نہیں دے رہی ہیں، مگر نہیں، وہ اسے ہزار میں بیچاں سکتا ہے۔

حید اور ان سمجھیوں میں الجھ رہا تھا اور وہ دونوں تمباہت اٹھاک اور گرم جوشی کے ساتھ گلکو میں مشغول تھے، لیکن ان کی آواز اب زیادہ صاف تھیں سنائی دے رہی تھی، حید پھر ابھیں میں پڑ گیا، ان دونوں میں ابھی ابھی ملاقات ہوئی تھی اور اتنی جلدی یہ راز داری کیسی یہ سرگوشیاں کیں۔..... ایسا معلوم ہوا تھا مجھے دونوں برسوں سے ایک درمر کے کو جانتے ہوں۔ تموزی دیر یک دنوں آہستہ آہستہ باتمیں کرتے رہے پھر اٹھ کر مزے ہوئے۔

مورت فروش کا قاتل

”اچھا کرکل صاحب اب چلتا چاہے۔ واقعی آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔“ سریتا
رام نے کرکل پر کاش سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”تو مجھ کل آپ آ رہے ہیں نا.....!“

”ضرور ضرور، میرے لئے یہ خوش نیمی کم نہیں کی غلاف تو قیچاں آتی اچھی سوسائٹی میں
گئی۔“ کرکل پر کاش نے ہستے ہوئے کہا۔
دونوں انہوں کر بانگ کے باہر آئے۔

جید اب یہاں رام کے بجائے کرکل پر کاش کا تقاضہ کر رہا تھا۔

”اے یہ دیکھ کر بڑی حرمت ہوئی کہ کرکل پر کاش آر بندھو ہوں کے انہیں کروں میں نہیں
ہوا ہے جن میں محتول رام تکمیل نہ ہوا تھا۔ اس کا شریعتین کی سرحدیں چھوٹے لگا۔ ضرور یہ
خuss رام نگہداہی کے گردہ سے تعلق رکھتا ہے اسے رہ رہ کر فریبی پر خصہ آہما عطا کر ایسے دقت
میں اسے تھا چھوڑ کر خود میر سپاٹے کرتا پھر رہا ہے۔ شہزاد کی گندگی کا خیال اسے بڑی طرح
بے محنت کئے ہوئے تھا۔ یہ تودہ کسی طرح سوچ یہ نہیں سکتا تھا کہ رام تکمیل کے قتل کی سازش
میں وہ بھی شریک رہی ہے، اسے پورا پورا بیعتن تھا کہ وہ خuss اسی لئے غالب کی گئی ہے کہ
پولیس اسی کو مجرم تصور کر کے قاتل کی طاش چھوڑ دے۔

دوسری ابحضن

و ایسی پر جید کو فریبی کا خط ملا۔ اُس نے لکھا تھا۔

”ڈی ہر جید“

کیا تھا اُس کس صفت میں بچن گیا۔ یہاں آجے ہی سیریا میں جلا ہونا پڑا۔ ابھی تک
بخار ہے، فی الحال سفر کے لائق نہیں۔ دوسرا سب سے بڑا مقصان یہ ہوا کہ میرا افریقی نسل کا

بلوڈ ٹکورا سنت میں کہنے ٹرین سے لاپڑے ہو گیا۔ بہاں آنے کا اصل مقصد بھی تھا کہ اُسے نمائش میں شریک کروں۔ سخت پریشانی ہے۔ اسے علاش کرنے کے لئے ہر ٹکون طریقہ اختیار کیا گیا ہے، تم بھی خیال رکھنا۔ شہزاد کا سراغ ملایا جیں، مجھے اس کا خیال ہے، لیکن کیا کروں۔ سخت مجبور ہوں۔ اب معلوم ہوا کہ میں نے بہاں آ کر بھاری ظلمی کی..... فربیدی۔“

حمدی نے خط پڑھ کر بیزاری سے ایک طرف ڈال دیا۔ بلوڈ ٹکوں کا محاذ اب بالکل صاف ہو چکا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کرٹل پر کاش ہے کون۔ اتنی مکاری اور عیاری اُس نے آج تک کسی کے چہرے پر نہ دیکھی تھی، بختی کہ اس کرٹل پر کاش کے چہرے پر نظر آتی تھی اور وہ شہزاد آمیز سکرہٹ کتی خطرناک تھی۔ اس کی سکراہت اور اس لیے کی آنکھوں کی دھیان چک میں جس نے کوئی نازدہ ٹکار کپڑا ہو، کوئی مشترک ہی چیز محسوس ہوتی تھی اور وہ چیز خون کی بیاس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ سوچتے سوچتے وہ انہ کو فربیدی کی لاہبری میں آیا، چاروں طرف الماریاں عی الماریاں کتابوں سے بھری نظر آری تھیں۔ وہ ایک الماری کے قریب آ کر رک گیا۔ کچھ دریک کتابوں کا جائزہ لیتا رہا پھر ایک کتاب نکالی جس کا نام ”جنوبی افریقہ کے کامیاب ہندوستانی“ تھا کئی صفات اتنے کے بعد مطلب کی چیزیں گئی، وہ پڑھنے لگا۔

”کرٹل ہی پر کاش، ہی نبی ای۔ جنوبی افریقہ کا کروڑ پتی..... متعدد ہیروں کی کافنوں کا حصہ دلو۔ ۱۹۰۰ء میں پراسرار طریقہ پر اپنی تجارت کو فروغ دیتے تھے۔ ٹکر اور بے باک آدی ہے۔ کئی بار چیزوں کے ٹکار میں بڑی طرح رُخی ہو چکا ہے۔ درندوں کے ٹکار کا شوق جوں کی حد رکھتا ہے۔ بکترے خنوار حجم کے تپال رکھتے ہیں۔ کوئی کھلی معلومات میں یہ طویل رکھتا ہے۔ گریبوں کا موسم عموماً سو سوئر لیڈنڈ میں گزارتا ہے۔ زمانہ جگ کی خدمات سے ممتاز ہو کر رکانِ انگلیوں نے ہی۔ بی۔ ای کے خطاب سے فوزاد۔“

حمدی نے متنی خیر انداز میں اپنا سر ہلا دیا اور صفائی اٹھ دیا۔ دوسرے صفحے پر کرٹل پر کاش کی تصویر تھی۔ تصویر کا پہنچ بھی عیارانہ تاثرات سے ماری نظر نہیں، آتا تھا۔ بہر حال حمدی کا یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا کہ کرٹل پر کاش رام نغمے کے گردہ سے تسلی رکھتا ہے۔ پھر بھی فربیدی کا خوف

ہاں کتاب ملے تو جو اس کی ابھن کا باعث ہوا تھا۔ آخر وہ اس سے اتنی جلدی بانوں کیسے ہو گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے حاصل کس طرح کیا جائے، لیکن جلدی اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے کھال پھینکا۔ جب فریبی نے شہزاد کی زیادہ پروادہت کی تو تمہرہ اس ذہل کتے کی پروادہ کیوں کرے، اس کی قیمت شہزاد سے زیادہ نہیں۔

حید ان خیالات میں الجھاٹی ہوا تھا کہ تو کرنے اپنے سنبھال کی آمد کی اطلاع دی۔ وہ سخت تحریر ہوا۔ ۲۔ فران حضرت نے آنے کی رحمت کیوں گوارا کی۔ وہ لاہوری سے ذرا انکف روم میں آیا۔ اپنے سنبھال اس کے اختوار میں بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر کہڑا ہو گیا۔

”تحریف رکھے۔۔۔“ حید نے بیختے ہوئے کہا۔ ”فرمایجے میرے لائق کوئی خدمت۔۔۔“

”بھی دراصل میں آپ کی غلطی دو رکنے آیا ہوں، اس وقت آپ ناراض ہو کر چلے آئے تھے اور میں بھی ایک اشد ضروری کام میں مشغول تھا۔ اس لئے آپ کو مطمین نہ کر سکا۔“

”مطمین تو آپ مجھے زندگی بھر گئیں کر سکتے جبکہ میں شہزاد کی بے گناہی سے اچھی طرح واقف ہوں۔“ حید نے اپنے سنبھال کی طرف سار کا ذہب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”فریبی صاحب کہاں تحریف رکھے ہیں۔“

”ایک ماہ کی چھٹی پر ہیں۔“ حید نے جواب دیا۔

”کیا کہیں باہر گئے ہوئے ہیں؟“

”جی ہاں۔۔۔ کتوں کی عالمی نمائش دیکھنے گئے ہیں، وہاں پہاڑ ہو گئے ہیں۔“

”اس کے باوجود بھی آپ شہزاد کی بے گناہی ثابت کرنے پر تھے ہوئے ہیں۔“ اپنے سنبھال نہ کہا۔

”کیوں۔۔۔ اس سے کیا۔“

”تجب ہے کہ آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔۔۔ سنبھال نہیں کر کہا۔“ اگر فریبی صاحب شہزاد کو بے گناہ سمجھتے ہوئے تو اس طرح معاٹے کو کھٹائی میں داخل کر ترقی کرنے نہ چلے جاتے۔“

”یہ تو اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے.....اب اسے کیا کہا جائے کہ انہیں آدمیوں سے زیادہ کہتے پہنچ ہیں۔“ حمید نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”یہ بات نہیں حمید صاحب، میں فرمی دی صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر انہیں شہزاد کی بے گناہی کا بتیں آ جانا تو وہ سر دھڑکی بازی لکھ دیتے۔“

”جس سے زیادہ آپ انہیں نہیں جانتے۔“ حمید نے کہا۔

”اب ہٹ دھری کو کیا کہا جائے۔“ اپکھڑ منہانے سکارا کا گش لے کر کہا، بہر حال مجھے اس سے بحث نہیں، میں اسے مجرم سمجھتا ہوں، اسلئے میں اسی کے مطابق کام کر رہا ہوں، اور جو کچھ آپ سمجھتے ہیں اس کیلئے آپ کوشش کرتے رہئے۔ فیض وقت کرے گا۔“

”آخر اسے مجرم سمجھنے کی کلی وجہ بھی تو ہو۔“ حمید نے کہا۔ ”اس کے لئے محض شہزاد کا عاشر ہو جانا عی کافی نہیں۔ جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں، مگر ان ہے کہ مجرموں نے پولیس کو خلا راست پر لانے کے لئے اسے عاشر کر دیا ہو۔“

”میں اس وقت آپ کو سیکھنے تائیں کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں اتنا پیو قوف نہیں۔ اس کے لئے میرے پاس بہت سی پیشتم کے ثبوت ہیں، اتنا میں بھی سمجھتا ہوں کہ مجرم اس قسم کی چال پہل سکتے ہیں۔“

”خیر صاحب.....وہ ثبوت بھی دیکھ لیتا ہوں۔“

”نہیں آپ نماق نہ سمجھئے.....میں سمجھدی گی سے کہہ رہا ہوں۔“ اپکھڑ منہانے جیب سے ایک کاقد کا گلزار لائے ہوئے کہا۔ ”اسے دیکھئے۔“

حمد نے کاغذ لے کر پڑھنا شروع کیا۔

”تم نے جس ہوشیاری سے اپنا کام الجام دیا ہے اس کی داد نہیں دی جاسکتی۔ تم آج سے ہا قاعدہ کر دہ میں شامل کر لیں گے۔ لیکن اب بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ پولیس کو تم پر ٹک ہو گیا ہے لہذا کچھ طوں کے لئے یہاں سے ہٹ جاؤ۔ لی وون اور بی تو آج ایک بجے دن سُختی رنگ کی کار پر تھارے مکان کے سامنے سے گزریں گے، تم انہیں سڑک پر ملا۔

بیت کام وہ دوتوں خود کر لیں گے، بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔“

پڑھتے پڑھتے حمید کی چیخانی پر پسند پھوٹ پڑا۔ اس کا دل شدت سے ہڑک رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اپنے سر میں بھروس ہو رہی تھی۔ ہونٹ خلک ہو گئے تھے۔ اس نے ہوتوں پر

زبان پھیرتے ہوئے کافی سنہا کو دیکھا۔“ بھائی یہ شہوت بھی کچھ ایسا مخلک نہیں معلوم ہوتا۔ ” حمید نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ “ یہ بھی نہیں ہے کہ ایک طرف ہمروں نے اُسے غائب کر دیا ہوا اور دوسرا طرف پولیس کا شپر اور زیادہ مفسدہ کرنے کے لئے یہ خط بھی لکھ دیا، لیکن آپ کو یہ خط کہاں سے ملا۔ ”

” یہ خط شہزاد کے گھر کی عاشی لیتے وقت اس کی لکھنے کی بیڑ کے جیجے پر املا تھا۔ ” سنہا نے کہا۔ ” اور وہ بھی امکانات کی بات تو یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ میں ہمیں اصل مجرم ہوں یا فریبی صاحب حق اصل مجرم ہونے کی وجہ سے باہر چلے گئے ہوں یا پھر آپ..... امکانات کے تحت تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ”

” خیر..... خیر..... ! ” حمید نے اکٹا کر کہا۔ ” ان سب باتوں سے کیا حاصل۔ اُسی بات تو ایک نہ ایک دن سامنے آئی جائے گی، بہر حال میں اپنے مشاہدات کی بناء پر شہزاد کو بے گناہ کچھ پر بھجوں ہوں۔ ” داہم کر دیا۔

” آپ اس کے لئے قصی آزاد ہیں۔ ” اسکے سنہا نفس کر دیا۔ ” خیالات پر تو پاندی لکھیں جائیں۔ ”

تموزی دیر کے بعد سنہا انھوں کو خود کو مظہر سنن غایہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سنہا کے جاتے ہی سر پکوک رہیں گے۔ تو کیا واقعی شہزاد مجرم ہے..... مجرم نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ اُسے بہر حال اپنے اور اپنے خاندان کی عزت کا بہت خیال تھا۔ مجرم دوڑ سے بچانے جاسکتے ہیں۔ لیکن شہزاد کو قریب سے دیکھ کر بھی اس کے دل میں یہ خیال بیدار نہیں ہوا تھا کہ شہزاد جسم بھی کر سکتی ہے اور مجرم ایسا بھی ایک اور دل اور زادے والا جنم۔ اس کی نظرت

میں نایت کا رچاو..... اے کسی ایسے بھی اک کام کی طرف بھی نہیں لے جاسکا۔ پھر آخر یہ
بات کیا ہے۔ یہ سب آخر کیسے ہوا اور پھر یہ خطا۔ سوچتے سوچتے حید کا سر چکرانے لگا اور وہ
سوچنے کی پشت پر بریک کر ٹھیک حال سا ہو گیا۔

پُر اسرار عورت

حید کا دل بُری طرح الجھ رہا تھا۔ بھی دھقچ شہزاد پر ٹک کرنے لگا اور بھی یہ ٹک
محبت کی بہراپ ساتھ بھالے چلتی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی وہ خط شہزاد کو ملا ہوتا تو وہ اسے
اتھی بے اختیالی سے بیڑ کے نیچے نہ ڈال دیتی اور یہ بھی سمجھ بات ہے کہ پولیس کا شرپ رفع
کرنے کے لئے روپوش ہو گئی۔ انکی صورت میں تو اسے میں موجود رہتا چاہئے تھا تاکہ پولیس
کے فلوک رفع ہو جائیں۔ مگر جیسی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کے لوگوں نے اسے محض اس
لئے غائب کر دیا ہے کہ میں پولیس اس پر جب کر کے سارا راز اگلوان لے گر انکی صورت میں
بھی شہزاد وہ خط پڑھنے کے بعد ضرور جلا دیتی۔ پھر آخر کیا بات ہے۔ وہ اکتا کفریہ کے خط
کا جواب لکھنے پڑے گیا۔ مگر لکھ کیا۔ فریبی کی طرف سے ایک طرح کی نظرت اس کے دل میں
بیدا ہو گئی۔ کچھ نہ کچھ تو لکھنا ہی تھا کیونکہ بہر حال وہ اس کا ماحت نہ ہوا۔ اس نے یونہی ایک
رسی ساخ لکھنا شروع کر دیا تھا ملڈنگو کا تذکرہ سوا اس کے کچھ اور نہ لکھا کہ اس کے کوچھ جانے
پاؤں نہ ہے۔ شہزاد کے حلق میں یہ لکھ دیا کہ وہ ابھی تک جیسی مل گئی۔ اس درستیان میں
اس نے کیا کیا۔ اس کے صحیح اس نے کچھ لکھنا قطعی بیکار سمجھا۔ اس نے تکمل ارادہ کر لیا کہ اس
ہم کو وہ اکیلے ہی سر کرنے کی کوشش کرے گا اور فریبی کو یہ دکھادے گا کہ وہ زرا بدوہی نہیں
ہے۔ آخر سے بھی تو ترقی کرنی چاہیے۔ کب تک فریبی کا سہارا لیتا رہے گا۔ اس طرح تو
شاید اسے زندگی پر ترقی کا منہ دیکھنا قصیب نہ ہو۔ وہ گیا فریبی تو وہ اچھا خاصا بھی ہے۔ کتنی

پار چھ اپنی ملی۔ مکار دیا۔ نہ جانے کس مقام کا آدمی ہے۔ اس کی بات ہی کچھ میں نہیں آتی۔ کبھی یہ حال ہوتا ہے چاہے کوئی واسطہ ہو یا نہ ہو خواہ تو وہ ہر معاملے میں ناگز ازاں جاتی ہے اور جب کوئی خاص موقع آتا ہے تو اتنی مغلی سے الگ ہو جاتا ہے جیسے کہی بات ہی شہر۔ حید کے اور اس کے تعلقات برادرانہ تھے لیکن پھر بھی اس نے اس کی پروادگیں کی اور یہاں سے چلا گیا۔ اگر شہزاد سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو شاید آپ اپنی جان بک کی باری لگا دیجے۔ حید جتنا سوچتا چاہتا اس کی طبیعت کی اکاہت بڑھتی ہی گئی۔ دیوار پر لگی ہوئی گھری آٹھ بجارتی تھی۔ اس نے سوچا کیوں نہ آر لجوہ ہی میں چل کر دل بہلایا جائے اور اس طرح شاید کرکل پر کاش کے متعلق بھی کچھ معلوم ہو سکے۔ بگراں کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ وہ تو قدری غیر متعلق آدمی ہے۔ صورت سے خطرناک ضرور معلوم ہوتا ہے لیکن اس وقت سے اس کا کیا حل ہے۔ اس کے پیچے پڑنا خواہ تو وہ وقت رہا کرنا ہے۔

اس نے کہرے پہن، پہلے سوچا کہ فریدی کی کارنال لے لیں پھر کچھ سوچ کر پیدل ہی چل پڑا۔ آگے چل کر ایک ٹکڑی کی اور آر لجوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔
رقش گاہ میں کافی روشن تھی۔ ابھی ناچ شروع نہیں ہوا تھا۔ لوگ ادھر ادھر بیٹھے کچھ کھانی رہے تھے۔ شراب کے کاؤنٹر پر اچھی خامی بھیز تھی۔ حید نے ٹھمٹھی سی نظر پرے گھن پڑا۔ ایک میز پر کرکل پر کاش بیٹھا کچھ نہیں رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کوئی اخبار بھی دیکھتا چاہتا تھا۔ اس میز پر تھا اسی تھا۔ باقی تین کریساں غالی تھیں۔ اسی کے قریب ایک اور میز غالی تھا۔ حید نے جانے کیوں اپنے لئے وہی جگہ منتخب کی۔

کرکل پر کاش اپنے گرد ویش سے بے خبر پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس وقت حید کو اسے بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع لاقا۔ وہ اسے پہلے سے زیادہ خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔ حید ادھر ادھر بیٹھی ہوئی عورتوں کو محمد اس طرح گھوڑے نکال جیسے وہ ایک بہت ادا باش تھم کا آدمی ہو۔ خدا اس نے یونہی بیچے سڑک کو کھالی لیڈی سیدا رام ہال میں واپس ہو رہی تھی۔ وہ بیچے سے کرکل پر کاش کے بیچے کھڑی ہو گئی۔ کرکل پر کاش بدستور پڑھنے میں مشغول رہا۔ لیڈی

سیہارام سائنس اخترائیں سال کی ایک قبول صورت گورت تھی۔ اس کے ہوت بہت زیادہ پتے تھے، جن پر بہت شوخ رنگ کی لپ اسک لئکنی گئی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے اپنے ہوت بھیج رکھے ہوں پیشانی پر پڑی ہوئی سلوشنس پر نامانچیں معلوم ہوتی تھیں۔ وہ چند لمحے اسی طرح کرل پر کاش کے پیچے کھڑی رعنی پر آہستہ سے کچھ کپا اور واہیں جانے کے لئے مزدھی کرل پر کاش چونکر کر پیچے دیکھنے لگا۔ اس کے پھرے پر شراحت آئیں مسکراہٹ رعنی کر دی تھی۔ لیڈی سیہارام اپر گلری میں جانے کے لئے زینے پر چڑھ رہا تھا۔ اس کے جانے کے تین چار منٹ بعد کرل پر کاش بھی اخڑا۔ اب وہ بھی اسی زینے پر چڑھ رہا تھا۔ حیدر جہرست سے پہلیں چمکا نے لگا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں قصیٰ تھی۔ آئی کر لیڈی سیہارام کرل پر کاش سے اس قسم کی واقعیت کیسے رکھتی ہے، جب کہ خود سیہارام اس کے لئے قطعی ابھی تھے، اور ان دونوں کی پہلی ملاقات لارنس باغ میں خواہی کے ساتھے ہوئی تھی۔

آخر یہ ماجرا کیا ہے، حیدر جہرست دریں کھنک سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ اخدا لاپرواہی سے نہلا ہوا خود بھی اسی زینے پر چڑھنے لگا۔ گلری غالی پڑی تھی۔ اس نے بالکل میں جماں کر دیکھا۔ وہ دونوں ٹھیک پر ٹھیک کھڑے ہوئے باشی کر رہے تھے، انہیں کے قریب کے دو کمبیوں کے نیچے سے آئی ہوئی تر پہلی ہوئی تھی۔ لوپر آکر تر نے اتنا پھیلاؤ اختیار کیا تھا کہ بالکل کا وہ حصہ بالکل بیکار ہو گیا تھا۔ سر جنت حیدر جہرستے دروازے سے کل کر تر کی آڑ میں چھپ گیا۔ اس طرف اندر ہیرا ہونے کے سب سے اھرہ الوں کی لگائیں حیدر جہرست پہنچی دھوار تھیں۔ ہر حال وہ ایک لمحہ پہنچنے پکا تھا جہاں سے ان کی گنگوہ کا ایک ایک لفڑ صاف سن سکتا تھا۔

لیڈی سیہارام کہہ دی تھی۔

”کرل..... تم شاید کوئی چادو گرو۔“

”کہوں..... کہوں خیر ہت تھے۔“ کرل پر کاش تپکھہ لکا کر رہا۔

”مجھے تاذ کر میں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت تھا۔ ساتھ کہوں گزارنا چاہتی ہوں۔“

"یا پہنچ دل سے پوچھو۔" کرل پر کاش بہت عی رو ماں کف انداز میں بولا۔

"کاش میں افریقہ میں بیدا ہوئی ہوتی۔"

"تب تم اتنی حسین نہ ہوتی۔"

"تو کیا میں واقعی حسین ہوں۔"

"کاش میں تمہارے جن کی تصویر الفاظ میں سمجھ سکتا۔"

"بہو بھی۔" لیڈی بیٹا رام نے شرپلے انداز میں کہا۔

"لیڈی بیٹا رام میں کچھ کہتا ہوں کہ.....؟"

"وکھو کرل تم نہ رانم جانتے ہو۔" وہ پر کاش کی بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے اس مخوس ہام سے مت یاد کیا کرو۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

"اچھا چلو بھی کہی۔..... ہاں تو حسین ریکھا۔..... میں ایک سپاہی تم کا اکمز آدمی ہوں۔"

لیکن تمہاری بیاری پیاری اسی شخصیت نے مجھ سا لکل مومن ہادیا ہے۔"

"تم مجھے یہ تو قہار ہے ہو۔" لیڈی بیٹا رام ناز سے بولی۔

"جنیں ریکھا تم پہلی عورت ہو جس نے مجھے اتنا حاذہ کیا ہے۔ میں ابھی یہ کہوارا

ہوں۔ بہن اوقات سوچتا ہوں کہ کاش تم بمرے صے میں آئی ہوئی۔"

"میری لیکی قسمت کہاں تھی۔" لیڈی بیٹا رام سر آؤ۔ بہر کر بولی۔

"ہاں لور سنو۔.....!" کرل پر کاش بولا۔ آج شام اتفاقاً تمہارے کھوست سے طاقتات

ہو گئی۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوا ہے اور کل شام کو چائے کی دعوت دی ہے۔ کتنا لطف رہے

گا۔ جب وہ میرا تعارف تم سے ایک اچھی کی حیثیت سے کرائے گا۔ مجھے تو سوچ سوچ کر ہمی

آرہی ہے۔"

"بہت اچھا ہوا ذیر کرل۔..... اب میں تم سے باہم دہل سکوں گی۔ میں کتنی خوش قسمت

ہوں۔"

"تم جنیں بلکہ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہاں ایک ایسے انمول بھرے کا قرب

فیض ہوا ہے جس کا ہاتھ دیتا میں نہیں۔"

"اوہ تم خبرے ہیروں کے تاجر....." لیڈی سیتا رام تھوڑہ لگا کر بولی۔

کرٹل پر کاش پئنے لگا۔

"آں یہ کون آ رہا ہے۔" لیڈی سیتا رام چونکہ کر بولی۔ "میرا بھتھا سریدھر کار..... اچھا کرٹل صاحب..... اب تم مجھے جاؤ..... میں بھی ابھی آئی۔ سریدھر کے سامنے بھیں ایک دوسرے کے لئے عظیٰ اجنبی بننا پڑے گا۔"

"اچھا میں چلا..... لیکن یہ تو بتاؤ کہ اب کب میں گے۔"

"بہت جلد....." لیڈی سیتا رام نے کہا اور ٹھیک ہوئی پاکنی کے دوسرے کنارے تک پہنچی۔

تقریباً دس پیندرہ منٹ تک وہ دہان ٹھیک رہی پھر وہ بھی مجھے جلی گئی۔ حیدر کی آڑ سے لکھا اور پوری پاکنی کا چکر بینا ہوا دوسرے زینے سے مجھے اتر آیا۔ ناخ شروع ہو چکا تھا۔ کرٹل پر کاش ایک تو عمر لڑکی کے ساتھ ناخ رہا تھا۔ لیڈی سیتا رام اور سریدھر ایک کنارے پیشے ہوئے کچھ بی رہے تھے۔ حیدر دنوں کو دیکھتا ہوا بار کی طرف چلا گیا۔ اس کی تھاں اُنہیں دنوں پر بھی ہوئی تھیں۔ سریدھر ایک معمولی جسمات کا گھر خوبصورت تو جوان تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوت پہن رکھا تھا، جو اس پر بہت زیادہ محل رہتا تھا۔ دوسرے را ٹھیک شروع ہونے پر لیڈی سیتا رام اور سریدھر انہوں کو ٹھیکنے ہوئے گیلی کے زینوں کی طرف گئے۔ دوسرے لئے میں دنوں غائب تھے۔ کرٹل پر کاش اب ایک دوسری عورت کے ساتھ ناخ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں حیدر کا دل چاہا کہ ان دنوں کے چیزے جائے، وہ ٹھیک اواز نینے کے قریب آیا لیکن یہ دیکھ کر نکھل گیا کہ کرٹل پر کاش کی تھیں ذرا ادھر ادھر ہوں اور وہ زینے پر چڑھ جائے۔ لیکن وہ اپنے مقدمہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کرٹل پر کاش کے قدم کچھ مصلح تھے۔ وہ اس طرح لڑکہ اور رہا تھا جیسے وہ بہت زیادہ پیٹی کیا ہو۔ اُس کے ساتھ ناپنے والی عورت نے شاید اُسے مجھسیں کریا تھا فذا وہ اس کی گرفت سے کل جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یک بیک کرٹل پر کاش نے خود اسے چھوڑ دیا اور لڑکہ اُسا

ہوا زینے کی طرف پڑھا۔

حیدر خیر خاک کے آخر پر بات کیا ہے۔ یہ اور کوئی جارہا ہے، کیونکہ ابھی ابھی لیڈی سید رام نے آس سے کہا تھا کہ وہ سریندر کی موجودگی میں ایک درمرے کے لئے بالکل اپنی ہوں گے۔ حیدر ابھی سوچ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کہ کرل پر کاش لٹکھ رہا ہوا نیچے از آیا۔ غصے سے اس کے نئے پھول رہے تھے، نچلا ہونت اس نے اپنے دانتوں میں دبار کھا تھا۔ وہ لٹکھ رہا ہوا پار کی طرف چلا گیا۔ حیدر نے اور احمد نیکھا اور دیے پاؤں زینے پر چڑھتا چلا گیا۔ اب پھر وہ اسی لتر کی آڑ میں چھپ گیا تھا۔ لیڈی سیدا رام اور سریندر ایک درمرے کے ہاتھ میں ہاتھ دائے چلے پر بٹکے ہوئے تھے۔

”سریندر دا ارنٹک، میں اب اس طرح زندہ رہتا نہیں چاہتی۔“ لیڈی سیدا رام بولی۔

”آخراں میں پر بیانی کی کوئی بات ہے۔ دنیا کی ظروروں میں اگر ہم چھپتے ہوئے رہ کر یہ زندگی کا لفٹ اٹھائیں تو کیا ہرج ہے۔“ سریندر نے کہا۔

”میں مجھے یہ پسند نہیں۔“ لیڈی سیدا رام نے کہا۔

”میں اس بڑھے کھوٹ کی شکل بھی نہیں دیکھتا ہوئی۔“ لیڈی سیدا رام نے کہا۔

”یہ ذرا دشوار چیز ہے لیکن تم جو کھوئیں کرنے کیلئے چار ہوں۔“ سریندر بولا۔

”آؤ ہم تم کہیں دور پڑے جائیں۔ بہت دور۔۔۔ جہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہ ہو۔“

”آر رنہیں۔۔۔ دہاں ہمارا کھانا کون پکائے گا۔“ سریندر فس کر بولا۔

”شرپر کہیں کے۔“ لیڈی سیدا رام نے کہا اور سریندر ”او او“ کرتا ہوا ایک طرف ہٹ

گیا۔

غالباً لیڈی سیدا رام نے اس کے پہنچی کاٹ لی تھی۔

حیدر نے سعی خیرا عاد میں سرہلایا اور پچکے سے گلری میں آگئی۔

گیارہ بجے رات کو جب وہ گمراہ اپنی آربھا تھا اس کے وہن میں عجیب قسم کا احتصار برپا

تما۔ عجیب و غریب گورت ہے، ایک طرف تجھے کو پیاس رکھا ہے اور دوسری طرف کرل پر کاش کو بیوقوف بنا رہی ہے۔ کرل بڑے نہیں میں نیچے اتراتا تھا، غالباً اس نے بھی ان کی گھنکو سنی ہوگی۔ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ اس کا دماغ پھر الحنفی کا، لیکن ان سب باتوں کا شہزاد کے دل قلب سے کیا تعلق۔ وہ آخران کے بچپے کیوں لگا ہوا ہے۔ مگر پھر یہی سیدھا رام عیؑ نے تو پولیس کو شہزاد کی طرف سے شہبے میں جلا کیا تھا اور یہ بھی تو رام عکمؑ کے ساتھ ہاتھی تھی۔ یہ ایک فاحش گورت ہے اور رام عکمؑ اسکی گورتوں کی تجارت کرتا تھا۔ یہاں تک تو کڑیاں بھی ہیں لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہی سیدھا رام ایک دولت مند آدمی کی بیوی ہے۔ مظہر تو ہے جنہیں کو گورت فروشن سے اس کی رسم و رواہ ہو۔ عجیب سحر ہے۔ ایک پر اسرا گورت آج بھی اس کی نظرؤں سے جنہیں گزری تھی۔ کم بہت چہرہ اتنا پروقار ہے کہ کوئی بھی اس سے ذلیل حرکتوں کی وقوع جنہیں رکھ سکتا۔ بھی گورت جو سماں تکی میں کافی عزت کی نظرؤں سے جانچی جاتی ہے کس قدر گری ہوئی ہے۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا ہے شہزاد بھی ایسی تھی ہو۔ وہ کافی آزاد خیال ہے۔ قص کا ہوں میں مردوں کے سر بر تن ہاتھی پھر تی ہے اسے اپنی محبت پر نفرت کی بھلی کی تھے۔ چھتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

سر سیدھا رام

دوسرے دن جمیں نہ ابھیں میں تھا کہ کس طرح سر سیدھا رام تک رسائی حاصل کرے۔ اسے اس دلچسپ ڈرائے کا احتقام دیکھنے کی آزادی تھی۔ اس سلسلے کے دلچسپ اور حیرت اگیز واقعات نے اس کی ساری توجیہ منطف کر لی تھی، وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہی سیدھا رام پر کرل پر کاش جو پہلے سے ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں سر سیدھا رام کے سامنے اجنبیوں کی طرح کیسے لٹے ہیں، وہ دن بھر تمام تدبیحیں سوچتا رہا کہ کس طرح اسی وقت سر سیدھا رام کے

یہاں پہنچ جائے، جب کہ کرٹل پر کاش بھی یہاں موجود ہو۔ آفس میں بھی اس کا دل نہ رکھا اور آفس بند ہونے کے وقت سے پہلے ہی مگر لوت آیا، جیسے جیسے شام زندگی آتی جا رہی تھی اس کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ذرا سُچ روم میں ایک سو فے پر لیٹا خیالات میں کم تھا کہ تو کرنے والے ملا تھے کارڈ لارک اس کے سامنے رکھ دیا۔

"ڈاکٹر محمود.....!" حید نے آہست سے کہا۔ "انہیں اندر بیجھ دو۔" حید اٹھ کر بیجھ گیا۔

"آداب آفس ہے حید صاحب۔" ڈاکٹر محمود نے ذرا سُچ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ یہ ایک ادیپر عمر کا جامہ زیب آدمی تھا۔ پیغمبر ڈاکٹر اور مومنوں سے صاف تھا۔ اس کے فریادی کے ساتھ تعلقات بہت اچھے تھے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ جانوروں کے ہپتال کا اچھارج تھا اور کتوں کے امر آفس کا ماہر۔ وہ اپنی اسی خصوصیت کی بناء پر اپنی سوسائی میں خصوصی اہمیت رکھتا تھا۔ ویسے وہ خود تھا طبقے سے تعلق رکھتا تھا بیسی وجہ تھی کہ وہ خود نہایت جسمی بُری عادت کا ڈیکھا ہو گیا تھا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ اپنے طبقے کے لوگوں میں بینے کر بیشتر بھروسہ کیا جاتی کرتے ہیں۔ متعدد شخص یہ بتاتا ہوتا ہے کہ اپنی سوسائٹیوں میں ان کی خاص اہمیت ہے۔ اس کا ملا تھا کارڈ دیکھتے ہی میڈ کو باہم ہونے لگی تھی۔ ایسے لوگوں سے منتکو کوادہ محض لعجج اوقات سمجھتا تھا کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کی باقتوں میں تو فرمدی جھوٹ کی آئیں ہوئی ہے۔ خوسماً ڈاکٹر محمود تو بیض اوقات قدم شامروی کے سبانٹس کی سرحدوں سے گمراہ ہوتا ہے۔ وہ زیادہ تر اپنے طبقے کی عورتوں کی باقیں کیا کرتا تھا، مثلاً فلاں بچ کی بیوی نے اسے یوں سکرا کر دیکھا، فلاں سینہ کی بیوی اس کے ساتھ بھاگ جانے پر آناءہ ہو گئی تھی۔ فلاں کرٹل کی بیوہ بہن اس پر بُری طرح لٹو ہو رہی ہے۔ فلاں ایڈو دیکٹ کی لڑکی تو ان کے لئے زہریک کمالینے کے لئے تیار پہنچی ہے، لیکن وہ اس کی ذرہ برادر بھی پرداہ نہیں کرتا کیونکہ خود اس کی بیوی کی پہنچ جن پہنچ کے پاؤ جو بھی صرف تیرہ برس کی معلوم ہوئی تھی اور اس کے سُن کا تو یہ عالم ہے کہ شایدی حوریں بھی اس کی حرم کھاتی ہوں گی۔

حید ڈاکٹر محمود کو دیکھ کر زیر دستی مسکراتا ہوا اٹھا۔ اس سے ہاتھ ملا تے وقت خراہ خواہ گرم

جوئی کا مظاہر کرتا ہوا بیٹھے گیا۔

”کیا فریبی صاحب گھر پر موجود ہیں ہیں۔“ ڈاکٹر محمود نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”جی تسلی، وہ باہر تحریف لے گئے ہیں۔“ حید نے کہا۔

”بھی حید صاحب کیا تاذیں..... معلوم ہیں آپ لوگوں سے اتنی محبت ہو گئی ہے، حالات

یہ ہے کہ اگر زیادہ دلوں تک آپ لوگوں سے نہ ملوں تو عجیب قسم کی ابھن ہونے لگتی ہے۔“

ڈاکٹر محمود نے کہا۔

”محبت ہے آپ کی.....!“ حید سکرا کمر بولا۔ ”وہ دانت طور پر زیادہ بات جیت نہیں کرنا چاہتا تھا تاکہ جلد ہی پیچھا چھوٹ جائے۔“

”اس وقت سریتارام کے ہے ماں فی پارٹی میں جا رہا تھا، سوچا گئے ہا تھا آپ لوگوں سے بھی ملتا چلوں، ویسے مجھے فرستہ کہاں۔“ ڈاکٹر محمود نے کہا۔ ”بھی کیا تاذیں میں تو اس فی پارٹی کو محض لفجع اوقات سمجھتا ہوں۔ گر کیا کروں یہ لوگ کی طرح مانتے ہی نہیں۔ اب آج یہ کا واقعہ لے لجھے سریتارام کا آدمی دوست نادر لے کر آیا۔ میں نے ٹالے کے لئے جواب لگھ دیا کہ میں معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ایک مہمان آگئے ہیں، لیکن صاحب بھلا سریتارام کہاں مانع گئے، فوڑا ہی کچلا بھجا کر مہمان سمتی آ جاؤ۔ مررتا کیا کہ کتنا جانا ہی پڑے گا۔ جا کر کہوں گا کہ مہمان کی طبیعت کچھ خراب تھی، اس لئے وہ نہ آ سکے۔“

حید کی آنکھیں چکنے لگیں، اس نے سوچا کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے والا نکل دو۔ ابھی طرح سمجھتا تھا کہ یہ مہمان والی بات سو فتحی غب ہے، لیکن وہ فخر بھی کہہ ہی بیٹھا۔

”تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، میں آپ کا مہمان بن کر چلا جاؤں گا۔“

”مارے آپ کہاں..... آپ مذاق کر رہے ہیں۔“ ڈاکٹر محمود نے جھینی ہوئی ہمی بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میں میں سمجھ گئی سے کہہ رہا ہوں۔“ حید نے کہا۔

”اور اگر کسی نے بیچان لایا تو.....!“ ڈاکٹر محمود نے پیچھا چھڑانے کے لئے کہا۔ ”محب-

بڑی شرمدگی اٹھانی پڑتے گی۔"

"کمال کر دیا آپ نے.....!" حید نے فس کر کہا۔ "ارے صاحب میں بھیں بدلت کر چلے گا۔"

"جب تو آپ واقعی مذاق کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر محمود نے تمہارا کا کر کہا۔
"جتنا میں مذاق بھیں کر رہا ہوں۔" حید نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ مجھے سر سیٹارام کے کتوں کو دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ میں نے کسی بار کوشش کی کہ وہاں تک پہنچوں مگر کوئی محتول بہانہ ہاتھ دن آ سکا۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں کسی موقع پر آپ کو آن سے ملاوں گا۔" ڈاکٹر محمود نے کہا۔
"آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اتنی فرصت کہاں..... آج کل خوش چلتی سے کوئی کیس بھیں ہے۔ اس لئے فرصت ی فرست ہے، ورنہ معلوم نہیں کہ اور کس وقت پھر مصروف ہونا پڑے۔"

"مگر....." ڈاکٹر محمود نے بات کا لئے ہوئے کہا۔
"اگر گر کچھ بھیں..... میں اس وقت آپ کے ساتھ مصروف چلوں گا۔" حید نے کہا۔ ۳۲ خر آپ کو پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ سوچتا ہوں کہ اگر آپ بھیں بدلتے پہنچان لئے گئے تو بڑی خرابی ہو گی۔" ڈاکٹر محمود نے زخم ہو کر کہا۔

"اس کا ذمہ میں لاتا ہوں۔" حید نے بینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اگر کوئی پہنچان لے تو میں ایک ہزار روپیہ آپ کی خدمت میں بھیں کروں گا، کچھ تو اس کے لئے تمہیرے دوں۔"
ڈاکٹر محمود سخت الجھن میں پڑ گیا۔ وہ اپنی پارٹی میں مددو صورت تھا، لیکن سہماں والی بات اس نے محض اپنی لاپرواں اور اوچے طبقے کی نظریوں میں کوئی انتہت نہ ہوئی کے انہمار کے لئے یوں ہی کہہ دی تھی۔ اب اسے اپنی حادثت پر خفت افسوس ہو رہا تھا لیکن اب ہوئی کیا سکتا تھا۔
تیر کمان سے کل کچا تھا..... مجبوراً اسے حید کی بات مانی ہی پڑی۔ حید اسے ڈرائیک روم میں

بھا کر خود پڑی کی تیاری کرنے کے لئے درسے کمرے میں چلا گیا۔ ڈاکٹر محمود بیٹھا دانت چین رہا تھا۔ خواہ نواہ کی بنا گئی۔ وہ بیٹھ اپنی باتوں سے کترنا تھا جن سے اونچی سوسائٹی میں اس کی بسلی ہو۔ بسی بن بلاۓ ہمہان کو اپنے ساتھ لانی جگہ لے جانا سراہ تھدیب کے خلاف آجھا جاتا ہے، متسلط طبقے کی زندگی میں تو خیر ہر چیز جائز ہے، لیکن اعلیٰ طبقے کے افراد ان باتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں، محمود بیٹھا الجھر رہا تھا کہ ایک پرانے وضع کے مسلمان ریس نے ڈرائیکٹر دوام میں داخل ہو کر کیا۔ ”السلام علیکم۔“

ڈاکٹر محمود پڑھ کر کھڑا ہو گا۔ آنے والے کی ظاہری وجہت اُسے نرمی طرح مرغوب کر رہی تھی۔

”کیا فریدی صاحب تعریف رکھتے ہیں۔“ آنے والے نے بے اکتفی سے بیٹھنے ہوئے کہا۔

”بھی نہیں..... وہ تو باہر تعریف لے گئے ہیں۔“ ڈاکٹر محمود نے جلدی سے کہا۔

”آپ کی تعریف.....!“ اُنھی نے ڈاکٹر محمود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے ڈاکٹر محمود کہتے ہیں، جانوروں کے پستان کا انجاریج ہوں۔“

”بہت خوب..... آپ سے لے کر بہت خوشی ہوئی۔“ اُنھی نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

”آپ نے میری تعریف نہیں پوچھی، ابھی میں اخلاق معلوم ہوتے ہیں آپ۔“ اُنھی نے موسمانہ نہا کر کہا۔

ڈاکٹر محمود گزیدا کر پہلا نے لگا۔

”مگر اُنہیں بیارے ڈاکٹر.....!“ اُنھی نے تقدیر لکھ کر کہا۔ ”جب تم مجھے نہیں پہچان سکتے تو پھر کون مالی کا لال پہچان سکے گا۔“

”اُرے صاحب.....!“ ڈاکٹر نے اچھل کر کہا۔ ”خدا کی حم کمال کر دیا۔“

”اچھا تو اب اُنھی طرح کچھ لیجئے میری تعریف یہ ہے۔“ حیدر خس کر بولा۔ ”خان یہا در

میلہ مرزا..... اودھ کا بہت بڑا تعلق دار کیا سمجھے اور کتوں کا شوقین۔"

"سمجھ گیا..... اچھی طرح سمجھ گیا۔ مجھے اب کوئی پریشانی نہیں۔" ڈاکٹر محمود نے کہا۔

دوفوں کار پر پیشہ کر سیدا رام کی کوشی کی طرف روانہ ہو گئے۔

کوشی کے پائیں بااغ میں ایک بڑی سی بیڑ پھی ہوئی تھی۔ جس پر دوست کا سامان سپتے سے چاہا تھا۔ سر سیدا رام، لیٹی سیدا رام، سر جنور اور دو ایک دوسراے آدمی کرسیوں پر پیشے خوش پکوں میں مشغول تھے۔ کریں پر کاش ابھی تک آیا تھا۔ ڈاکٹر محمود اور حیدر کے چھپتے پر سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ اس کے ساتھ ایک قدیم وضع کے ابھی کوڈ کیلے کر لیڈی سیدا رام نے دوسرے منہ ٹالیا۔ سر سیدا رام کا موز بھی کچھ خراب ہو گیا۔

"سر سیدا رام آپ سے ملے۔" ڈاکٹر محمود نے سکرا کر کہا۔ "آپ ہیں میرے دوست خان بہادر میلہ مرزا اودھ کے بہت بڑے تعلق دار..... آپ کا سلسلہ نسب واحد علی شاہ مرحوم سے ملتا ہے۔"

"اوہ بہت خوش ہوئی آپ سے مل کر۔" سر سیدا رام نے انٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"مجھے آپ سے ملنے کا بے حد شکرانق تھا....." حیدر نے کہا۔ "مالاکہ مجھے اس وقت نہ آنا چاہئے تھا۔ میں آج رات گاڑی سے لکھنؤ واپس جا رہا ہوں، محمود صاحب یہاں آرہے تھے، میں نے سوچا گے ہاتھ آپ سے مگلیں لوں۔"

"اڑے خان بہادر صاحب..... یہ خانہ بے لکھ فہرست ہے۔" سر سیدا رام نے کہا۔

"میری خوش نشستی ہے کہ اس طرح آپ سے نیاز حاصل ہوا، مجھے خاندانی آدمیوں سے مل کر بے حد سرت ہوتی ہے۔"

"غلوم ہے آپ کا۔" حیدر نے سکرا کر کہا۔ "درامل مجھے جو چیز یہاں تک کھینچ کر لائی

ہے وہ آپ کے کتے ہیں۔ مجھے بھی کتوں کا شوق ہے۔"

"جب تو آپ سے مل کر اور بھی خوش ہوئی۔" سر سیدا رام نے پچوں کی طرح پہنچے ہوئے

کہا۔ لیڈی سریتا رام نے غرفت سے ہوٹ مکڑ لئے۔ سریتا رام اور حید میں کتوں کے حلق ایک بھی بیٹھ چکر گئی۔ دونوں عی اپنی معلومات کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ کرنا چاہئے تھے۔ طے پایا کر جائے پینے کے بعد سریتا رام کے کتابخانے کی سیر کی جائیگی۔

تموڑی دیر کے بعد کرٹل پر کاش بھی آگیا اور وہ اس وقت پہلے سے زیادہ شاندار نظر آیا تھا۔ اسے دیکھ کر سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ سریتا رام زیادہ گرموجی کے ساتھ اس کا استقبال کرنے کے لئے ہو گئے۔

”آئیے آئیے کرٹل صاحب..... ہم سب بچتی سے آپکا انتقال کر رہے تھے۔“

”ٹھری، ٹھری۔“ کرٹل پر کاش مکڑا تباہ ہوا گوا۔

”ان سے ملتے۔“ سریتا رام نے تعارف کرنا شروع کیا۔ ”ریکھا میری بیوی۔“
”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“ کرٹل پر کاش نے ہاتھ ملا تے وقت قدر بے جگ کر

کہا۔

لیڈی سریتا رام کے ماتھے پر پینے کی بھلی بھلی بودیں بچوت آئیں تھیں۔ وہ ہاتھ ملا کر زبردستی مکرانے کی کوشش کرتی ہوئی خاموشی سے بینے گئی۔ اس کے بعد فرد افراد سے تعارف ہو۔ حید محسوس کرہا تھا کہ کرٹل پر کاش کی نظر بار بار اس پر پڑ رہی ہے۔ وہ کچھ گھیرا سا گیا۔ لیکن فوراً ہی خود پر قابو پا کر مکڑا مکڑا کر پاتیں کرنے لگا۔ لیڈی سریتا رام بدستور خاموش تھی۔ غالباً سریتا رام نے بھی اسے محروس کر لیا تھا۔ لہذا ایک موقع پر بے اختیار کہا۔

”کرٹل صاحب، ریکھا کو زیادہ باتیں کرنے کی عادت نہیں اور اجنبیوں نے وہ کچھ شرعاً

بھی ہے۔“

”خوب یہ تو اچھی عادت ہے۔“ کرٹل پر کاش نے مکڑا کر کہا۔ ”کم از کم ہر شریف مورث

میں یہ صفت تو ہوئی ہی چاہئے۔ کیا خیال ہے لواب صاحب؟“

”بخار شاد ہوا.....!“ حید نے کہا۔

چائے کا دور ختم ہو جانے کے بعد سریتا رام سب کو لے کر کتابخانے کی طرف چلے گئے۔

کرٹل پر کاش اور حمید نے کتوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کئے۔
ایک کٹے کی نسل کے بارے میں دونوں میں بحث ہو گئی۔ دونوں کسی طرح چپ ہونے کا ہم
عنہ لیجت تھے۔ حمید کو اپنی معلومات پر پورا بھروسہ تھا کیونکہ وہ بھی فریبی میں سے ماہر کا محبت یافت
تھا۔ بحث کو طول پکڑتے دیکھ کر آخر کار سریتا رام کو حق چھاؤ کرنا پڑا۔

سب کتوں کو دیکھ لینے کے بعد وہ پھر باغ میں پڑی ہوئی کرسیوں پر آبیٹھے۔

”اچھا سریتا رام..... اب میں اجازت چاہوں گا۔“ کرٹل پر کاش نے کہا۔

”انکی بھی کیا جلدی۔“

”وزرا مجھے تجارتی معاملات کے متعلق میں ایک صاحب سے ملتا ہے۔“

”اب تو برادر طاقتات ہوتی رہے گی تا۔“ سریتا رام نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”جب بھی یہاں تیم ہوں آپ کا دم غیبت ہے..... یہاں اور کوئی اچھی سوسائی ایسی
بکھر میں نہیں۔“

سریتا رام نے دانت کال دیے۔

کرٹل پر کاش کے رخصت ہو جانے پر بیتہ لوگ بھی ایک ایک کر کے اٹھ گئے۔

”جب بھی یہاں تعریف لائیے گا غریب خانے کو نہ بھولئے گا۔“ سریتا رام نے حمید
سے کہا۔

”ضرور ضرور..... آپ کے اخلاق نے میرے دل پر گہر اثر ڈالا ہے۔ کبھی لکھو تعریف
لائیے۔“

”کیا تاؤں نہ جانے کیوں اب گھر چھوڑتے وقت کچھ انجمن سی محبوں ہوتی ہے۔“

حمدیوں ہی خواہ خواہ ہنسنے لگا اور اس کی نیا نیزی سریتا رام کی طرف اٹھ گئی، جو اسے

بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

مُمے پھنسے

جید کو اپنی حادثت پر بخت بھروسی ہوا کہ اس نے یہ کیوں کہہ دیا کہ وہ آج ہی رات کی گاڑی سے لکھنؤ دا بہن جا رہا ہے۔ اب اس طرح فی الحال وہ بہانہ نہ جائے گا۔ اسے فریبی کی پدایت یاد آگئی کہ کوئی کے اندر جانے کی کوشش نہ کرنا۔ معلوم نہیں اس نے یہ کیوں کہا تھا۔ جید سوچنے لگا۔ کہا ہو گا انہا طریقہ کار ہے، جب فریبی کو اس کیس سے کہلی جائیں تو نہیں تو خواہ توواہ کیوں اس کی بدلتیں کے چکر میں پڑ کر اپنا کام خراب کرے اب وہ پھر کریں پر کاش کے پیچے لگ گیا تھا۔ دو تین دن اسی حُم کے چکروں میں گز ریئے۔ لیکن کوئی کار آمد بات نہ مسلم ہو سکی۔ ان تین چار دنوں میں لیڈی سیتا رام اور کریں پر کاش با قاعدہ طور پر کھلم کھلا ایک دوسرے سے ملے گئے تھے۔ لیڈی سیتا رام اب آرٹیجُو میں سر بریدر کے سامنے بھی کریں پر کاش کے ساتھ ناجائز تھی۔ جید بھروسی کردا تھا کہ سر بریدر کو کریں پر کاش اور لیڈی سیتا رام کی بے شکنی پسند نہیں۔ جید کو حیرت تو اس بات پر تھی کہ کریں پر کاش لیڈی سیتا رام اور سر بریدر کے تعلقات کے بارے میں جانتے ہوئے بھی کیوں اس پر نہی طرح رسما جا ہوا ہے۔ بار بار اس کے دل میں خواہی بیدا ہوتی کہ کاش فریبی کی بہانہ موجود ہوتا۔ اسے اس درمیان فریبی سے تموزی ای چیز ضرور ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگر وہ بہانہ موجود ہوتا تو کبھی کاسارا معمول ہو گیا ہوتا۔ اس کو اب بھروسی ہو رہا تھا کہ کیوں نہ اس نے فریبی کو سارے حالات لکھ دیے اس طرح مکن تھا کہ وہ ایسے عجیب و غریب معنے کو حل کرنے کے شوق میں بیماری ہی کی حالت میں چلا آتا۔

ان دنوں اسے شہزاد کی یاد نہی طرح ستاری تھی۔ اس کی بے گناہی کا پورا پورا

یقین تھا۔ و دیے کبھی کبھی وہ اس کی بڑگی ہوئی آزادی اور لیڈی سیتا رام کے عادات و اطوار کو
سامنے رکھتے ہوئے اس سے بدال ضرور ہو جانا تھا لیکن یہ کیفیت بالکل عارضی ہوتی تھی۔ وہ
بھر پر سچنے پر مجبور ہو جانا تھا کہ دنیا کی ساری محنتیں یا سارے مرد ایک جیسے نہیں ہوتے، بحق
و محبت کے محاٹے میں وہ ایک کھلٹا رواہ رہے پر وہ آدمی تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ قصہ و فرمادیم
کی محبت کا دنیا میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس نے اب سے پہلے بھی کسی حق کے تھے لیکن وہ صرف
قہی گاؤں اور بے گلی ہائے والے یہ سچ محدود رہے تھے اور دیے وہ فریبی کو چانے کے
لئے بھی اکثر ایک آدمی حق کریم تھا۔ انکی کہانیوں کے محیب موما فرضی ہوا کرتے تھے۔
شہزاد سے بھی اس کی محنت و دستی تھی لیکن اس درمیان میں اسے اس سے حد دیجے ہمدردی ہو گئی
تھی۔ اور یہ ہمدردی آجت آجت دوسرا ٹھک انتیار کرنی جا رہی تھی۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوا تھا
کہ اس نے اپنی کلی رات تارے گن گن کر گزاری ہو۔ یا عُصْن آئیں، بھرنا شخار جعلیا۔ بعد
دوسری وقت پہنچ بھر کر کھانا کھانا تھا۔ آنکھوں میں جا کر ایک آدمد راؤ غنچا بھی ھاتا گئی ساتھ
تھی ساتھ یہ ضرور تھا کہ شہزاد کو سامل کرنے کے لئے اپنی جان کی بھی بازی ضرور لٹکا تھا۔
اپنے خون کا آخری قدر بھی صرف کر سکتا تھا۔

آج شام کو جب وہ آفس سے واپس آیا تو اسے قربی کا خلا ملا۔ جس میں اس نے
سب سے پہلے شہزاد کے پارے میں پوچھا تھا۔ بھر ٹولے ڈھونکا توہن تھا اور آخر میں اپنی پیاری کا
مال لکھا تھا۔ وہ بھی بیک پیار تھا۔ خاہت بہت زیادہ تھی اس لئے ستر کرنے کی مت نہیں کر سکا
تھا۔ آخر میں اس نے بھرنا کیہ کسی تھی کر آئے تمام حالات سے مطلع کیا جائے۔ فریبی کا خط
پڑھ کر حید کے دل میں ہمدردی کے چند بات جاگ اٹھے۔ وہ محبت جاگ اٹھی جو اسے فریبی
سے تھی، اسے فریبی سے اتنی یہ محبت تھی جسکی کارپتے ہوئے ہماری سے ہو سکتی ہے۔ اگر فریبی
نے اسے یہ نہ لگا دیا ہوتا کہ تم پر جان ہو کر یہاں آنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ شہزاد کے سلسلے میں
کمیش میں مشغول رہنا تو وہ ایک آدمد بخت کی چمنی لے کر بھی ضرور جانا ہو۔ جس طرح بھی
من پڑتا فریبی کو دہاں سے لانے کی کوشش کرتا۔

ہاشم کرنے کے بعد حید نے قریبی کو خط لکھنا شروع کیا۔ سارے حالات مفصل لکھئے، طے ذمکن کا حوالہ دینتے ہوئے لکھا کہ محض اُس کی وجہ سے اسے اتنی باتیں معلوم ہو گئیں اور وہ بہت جلد اسے کرل پر کاش سے تازوی طور پر بھیجن لے گا۔ خط فتحم کر پختے کے بعد وہ سو گیا۔ آج رات کو آر لیچو میں خاص پروگرام تھا۔ لکھت کا دام اتنا بڑا ہادیا گیا تھا کہ زیادہ تر صرف اٹیٰ بیچھی کے لوگ اس میں حصہ لے سکتے تھے۔ کرل پر کاش کی دریافت کے بعد سے حید روڑانہ آر لیچو جانا تھا اس لئے رات کو سونے کا موقع کم ملتا تھا۔ بھی وجہ تھی کہ آج کل دن میں سونا اس کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

قریباً آٹھ بجے وہ سوکر اٹھا۔ ناوقت سونے سے طبیعت کچھ سکستہ ہو گئی تھی۔ لیکن کافی کے ایک پیالے نے اس کے جسم میں حرارت و توانائی پیدا کر دی تھی۔ کمانے سے فارغ ہو کر اس نے جلدی جلدی بیاس تبدیل کیا اور آر لیچو کی طرف روشن ہو گیا۔

آر لیچو کی رقص گاہ آج بالکل انوکھے انداز میں جھائی گئی تھی۔ چاروں طرف قبیلوں کے فوارے اچھل رہے تھے۔ حید کی تھاںیں کرل پر کاش اور لیڈی سیٹا رام کو ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ دونوں بھی تک جیل آئے تھے۔ حید اپنے گلری میں گیا۔ باکھی بھی خالی تھی۔ پھر جملتا ہوا کرل پر کاش کے کمرے کی طرف گیا۔ وہ بھی بند تھا۔ حکم ہار کر وہ بیال میں لوٹ آیا۔ ایک جگہ ایک میز خالی نظر آئی۔ قریب جانے پر معلوم ہوا کہ کرل پر کاش کے لئے پہلے عی سے "خصوصی" کر دی گئی ہے۔ ایک میز کے گرد دو ایگلو افرین لوکیاں بیٹھی ہوئی تھیں، بیتھ دو کرسیاں خالی تھیں، وہ ان کے قریب گیا۔

"اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔" حید نے کہا۔

"ضرور ضرور.....!" دونوں بیک وقت پولیں۔

حید ان کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ وہ یوں بھی کافی حسین تھا اور اس وقت محمد فتحم کے سیاہ سنت میں وہ کوئی ذی حیثیت ایگلو افرین معلوم ہوا تھا۔ غالباً وہ دونوں بھی اسے ایگلو افرین بھی تھیں۔ حید نے بیٹھنے کی ان پر رعب ڈالنے کے لئے کچھ کھانے پینے کی چیزوں کا

آرڈر دیا۔

”آپ ہم لوگوں کے لئے تکلیف نہ کچھ۔“ لڑکوں میں سے ایک بولی۔

”واہ یہ کیسے ملکن ہے۔“ حید نے سکرا کر کہا۔

”محاف کچھ گا ہم لوگ اپنے لوگوں کی دعوت قبول نہیں کرتے، جنہیں ہم جانتے نہ ہوں۔“

”تو ان میں ہر جن عی کیا ہے۔۔۔ اب آپ مجھے جان جائیں گی۔ مجھے آخرت کہتے ہیں،

آپ کے شہر میں نوادرد ہوں۔“

دونوں بڑیاں ایک دوسرے کو دیکھ کر چنتے لگیں۔

”یہ جولیا ہے اور میں بڑی..... ہم دونوں اشوؤٹ ہیں۔“

”کتنے پیارے ہیں آپ دونوں کے نام..... جولیا..... بڑی..... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے

کسی نے کافوں میں شہد پکا دیا ہو۔“

”تو آپ شاعر بھی ہیں۔“ جولیا نے سکرا کر کہا۔

”کاش میں شاعر ہوتا، جولیا..... بڑی..... بڑی..... جولیا!“

اُنھے میں ہر اطلب کی ہوئی چیزیں لے کر آگیا۔ تینوں کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔

”تحوڑی دری کے بعد ناچ کے لئے موسمی شروع ہو گئی۔

”میری کجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں ناچ کے لئے کس سے درخواست کروں۔“ حید نے

کہا۔

”ہم دونوں باری باری سے ناجیں گے۔“ جولیا نے کہا۔

اور بڑی انھ کر کھڑی ہو گئی۔ حید نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دونوں آہست آہست

جنش کرتے ہوئے ناچے والوں کی بھیڑ میں آگئے۔

”تم نے بہت زیادہ پی رکھی ہے۔“ بڑی سکرا کر بولی۔

”میں نے..... نہیں ایک قطرہ بھی نہیں۔“

”کون کی پیٹے ہوئے؟“

”اس کا حق...!“ حیدر نے جلدی سے کہا۔ ”جتنی میں نے اتوار کے دن پینے سے جنم کما رکھی ہے۔“

”کیوں...؟“

”میں تمہارا سامان بھی آدمی بھی ہوں۔“

”یہ بہت تندی بیات ہے۔“

”آدمی ہو یا نہیں... اصول بہر حال اصول ہے۔“ حیدر نے کہا۔ ”تم کوئی بھتی ہو۔“

”شیری۔“

”اچھا تو میں جھمیں شیری ضرور پڑاؤں گا۔“

”تم بہت حسنه ہو۔“

”ایک بار ایک بڑھانے بھی مجھ سے بھی کیا تھا۔“

”وی کمل کھلا کر خس پڑی۔“

”تم بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”تم بھی خوبصورت لاکین کافر بھے سب کچھ ہمارا ہے۔“

”باتیں خوب بتا لیتے ہو۔“

”میں روزانہ ایک درجن باتیں بتاتا ہوں اور پھر انہیں پیک کر کے بکتے کے لئے بازار میں بھیج دجا ہوں۔“

”تم ضرور پہنچے ہوئے ہو۔“

”تمہاری ستاروں سے زیادہ پچھدار آنکھوں کی جنم میں نہیں نہیں ہوں۔“

”خیر ہو گا۔... تم بہت اچھا تھا لیتے ہو۔“

ذھنا حیدر کی نظریں اس میری طرف اٹھ گئیں جو کریں پر کاش کے لئے مخصوص تھی۔ شاید کریں پر کاش، لیڈی سیدا رام اور سریدھرا بھی ابھی آ کر بیٹھے تھے۔ لیڈی سیدا رام اس وقت

بہت زیادہ حق رعنی تھی۔ تھوڑی دیر ستابنے کے بعد کرٹل پر کاش اور لینڈی سیکارام ناپنے کے لئے تیار ہو گئے۔

جید اور لڑکی کی بارنا پچھے ہوئے کرٹل پر کاش اور لینڈی سیکارام کے قریب سے گزرے۔ لینڈی سیکارام شراب کے نئے میں پرست تھی۔

وقص کی موسیقی رفتہ رفتہ تھی ہوتی جا رہی تھی کہ اچاک پورے ہال میں اعماں راجھا گیا تھا۔ شاید غزوہ اڑ گیا تھا۔ اعماں میں عجیب تم کا بھان برپا ہو گیا۔ خدا انکے گورت کی حق سنائی وی۔

"اے اے..... چھوڑو..... اے چھوڑو..... میرا ہاہ..... میرا ہاہ....." وہ نمی طرح تھی رعنی تھی۔ اسی کے ساتھ اور بھی کسی تجزیم کی آوازیں سنائی دیئے گئیں۔ چند لمحوں کے بعد پھر وہ شنی ہو گئی۔ ایک جوان گورت جواب سے کافی دولات مند معلوم ہو رہی تھی "میرا ہاہ میرا ہاہ" ابھی تک چھے جا رہی تھی۔ لوگ اس کے گرد اکٹھا ہو گئے۔

"کسی نے میرا ہر دل کا ہار انہار لیا۔" وہ حجج کر رہی۔

اس نے میں غیر بھی آگیا۔ اس نے ہال کے سب دروازے مقتل کراویے۔

"خواتین و حضرات!" وہ ایک بڑی پکڑ اور کر بولا۔ "مجھے سخت فحوس ہے کسی بد سماش نے لینڈی اقبال کا ہار جا لیا۔ مجبوراً مجھے اس وقت بچ کے لئے سب دروازے مقتل کراویے پڑے جب تک کہ پولیس آ کر کلی کاروائی نہ شروع کر دے۔ امید ہے کہ آپ لوگ مجھے اس گھنٹی پر محفف فرمائیں گے۔"

"بالکل تمیک ہے..... بالکل تمیک ہے۔" بہت ہی آوازیں سنائی دیں۔

چکھ دی بعد پوپس آگئی۔ ایک سرے سے سب کی طاقتی شروع ہو گئی۔ طاقتی لیتے والوں میں ایک جلد نئی بھی تھا۔ جب وہ حمید کے قریب آیا تو حمید نے بھی اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔

"اے آپ.....! تکمیل نہ کر بولا۔" کہنے مذاق کرتے ہیں۔

وہ آگے بڑھنے لگا۔

”خپرو..... میری خاشی بھی لیتے جاؤ۔“ حید نے آہستہ سے کہا۔
بکدشیں بھی تھک گیا۔

”جلدی کرو..... پچھاڑ جنہیں صلحت بھی ہے اور میرے لئے بالکل ابھی ہے
رہو۔“ جکدشیں نے حید کی بھی خاشی لی اور آگے بڑھ گیا۔ حید خود بھی اپنی تین نظر وں سے برہم
کام لے رہا تھا۔ لیکن اسے ابھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ چور اس وقت ہال میں موجود
جنہیں۔ کیونکہ عورت کے چیخنے کے دوقسم بند تک ہال میں اندر میرا رہا تھا۔ اس وقت میں چور
نہایت آسانی سے باہر جا سکتا تھا۔ اس وقت کی خاشی خصوصی کا رواںی کی تھجھر رہا تھا۔

خاشی کا سلسہ تقریباً تین گھنٹے تک جاری رہا۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آخر تھک ہار کر
پولیس والوں نے دروازے کھلوادیے۔ تھوڑی دری بدھ ہال میں بالکل سناتا تھا۔ صرف وہی لوگ
باقی رہ کے تھے جو آرٹیجمن متعلق طور پر تھے ہوئے تھے۔ لیڈی سیتا رام اور سر بیدر بھی
ابھی موجود تھے۔ انہیں کے قریب کی ایک بیز پر حید بھی کافی پی رہا تھا۔ پولیس والے کچھ دری تھے
کہ واپسی پلے گئے۔ لیڈی اقبال ابھی تک غیر سے ابھی ہوئی تھی۔ نتیجہ غریب نبڑی طرح
بدھو اس تھا کیونکہ اس کے ہوٹل میں یہ دوسرا حادثہ تھا اور اب کوئی پیز ہوٹل کو بدھا ہی سے نہیں پچا
سکتی تھی۔

”اب چلتا چاہئے۔“ لیڈی سیتا رام بولی۔

”ابی بھی کیا جلدی۔“ کرٹل پر کاٹ نے کہا۔ ”پچھو دیر چال کر میرے کرے میں بیٹھے
پھر چلی جائیے گا۔..... کیوں سر بیدر صاحب۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ سر بیدر نے کہا۔

”تینوں انہوں کر زینوں کی طرف بڑھ۔“

حید ان کا پیچھا کرنے کی خواہیں کو کسی طرح نہ دبا سکا۔ وہ اس وقت خاص طور پر کرٹل
پر کاٹ کا پیچھا کرنے کا عادی ہو گیا تھا جب لیڈی سیتا رام بھی اس کے ساتھ ہوئی تھی اور اس
وقت تو سر بیدر بھی تھا۔ کرٹل پر کاٹ کا رقب۔ اس وقت ان کا پیچھا کرنے کی سب سے بڑی

وجہ پرچمی کر کر کل پرکاش نے ان دونوں کو اتنی رات گئے روکا کیوں ہے۔ حید بھی اٹھا زینے لے کر کے وہ اوپر آیا۔ کر کل پرکاش کے کروں کے سامنے ایک چھوٹا سا سمجھنے تھا، جسے قد آدم دیواروں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اس طرح یہ حصہ ہوٹل کے بقیہ حصوں سے بالکل الگ ہو گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ حید دروازے سے الگ کر کر اونچا ہو گیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس وقت اور ہر کوئی نہیں آ سکتا اس نے اپنی آنکھ دروازے کی کنجی کے سوراخ سے لگادی۔ لیڈی سیتا رام اور سریندر صدوف پر بیٹھے ہوئے تھے اور کر کل پرکاش ہتل رہا تھا۔

”میں اس وقت آپ لوگوں کو اپنا ایک کرب دکھانا چاہتا ہوں۔“ وہ بھیجنے مطلع رک کر

بولا۔

سریندر اور لیڈی سیتا رام اسے تجھ سے دیکھنے لگے۔

”یہ دیکھئے..... یہ رہا..... لیڈی اقبال کا ہے.....!“

”اُرنے.....!“ کہہ کر لیڈی سیتا رام اور سریندر کھڑے ہو گئے۔

کر کل پرکاش نے ایک ترور دار قبضہ لگایا۔

”میں آپ کو اتنا گرا ہو جیں سمجھتا تھا۔“ سریندر نے تمہارے جھنگیوں میں کہا۔

”اوہ سیرے شیر.....!“ کر کل پرکاش طریقہ بُڑی کیسا تھا بولا۔ ”تم کس سے کم ہو۔“

”کیا مطلب.....!“ سریندر جلدی سے بولا۔ اس کے چہرے پر پیشانی کے آثار بُڑا ہو گئے۔

”مطلوب صاف ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرمائیے۔“ کر کل پرکاش نے ایک کافنڈ کاں کر

سریندر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

سریندر کافنڈ لکھر پڑھتے ہوئے۔ اسکی پیشانی سے پیچے کی بودنی ڈھکنے لگیں، اس نے کافنڈ

چھاڑ دیئے کا ارادہ کیا تھاں میں کر کل پرکاش کے ہاتھ میں پتوں تھا۔

”خیر دار..... اور لا دار، ورنہ سمجھا اڑا دوں گا۔“ اس نے آہت سے کہا۔ ”تم خلا کجھے۔

میں تم سے سمجھوٹ کرنا چاہتا ہوں۔“

سریور نے کافلہ کا دیا۔ لیکن وہ بڑی طرح کاپ رہا تھا۔ لیڈی سیتارام کے پھرے پر
ہوا یا اور ہی تھیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کیک ٹپک دے گوئی ہو گئی۔ کبھی وہ سریور کی
طرف دیکھتی اور کبھی کرٹل پر کاش کی طرف۔

”میں اس کافلہ کی پوری کپانی سے اچھی طرح واقع ہوں۔“ کرٹل پر کاش نے کہا۔

”نہ جائے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ سریور بدقت تمام بولا۔

”خیر تم ابھی پچھے ہو..... مجھے دو کافلین دے سکتے۔ ہاں اب آؤ کام کی بات کی طرف۔

میں تم سے سمجھو کرنا چاہتا ہوں۔“

”کس بات کا سمجھوئے۔“

”ہاں اب آئے ہو سید گی راہ پر۔“ کرٹل پر کاش سیر پر بیٹھنے ہوئے بولا۔

”جائے ہو میں افریقہ سے یہاں کس لئے آیا ہوں، یہ تینوں ہار سیرے میں ہیں اور یہ
دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھے۔ اس ہار کی اصلی قیمت سے لیڈی اقبال بھی واقع نہیں۔ ہاں تو

یہ ہار سیری جو روپی سے جائے گے تھے۔ میں عرصہ سک۔ ان کی طالش میں سرگردان رہ۔ آخر مجھے
پڑھلا کہ تینوں ہار اس لک میں فروخت کئے گئے ہیں۔ میں یہاں آیا اور عرصہ سک اور اہر کی
خاک چھانتا رہ۔ آخر کار مجھے معلوم ہو گیا کہ تینوں ہار اسی شہر میں فروخت کئے گئے ہیں۔

ایک تو میں نے حاصل کر گیا۔ باقی رہے دہا..... ان کے حلقہ کوئی پتہ نہیں جعل کا کس
نے قبضے میں ہیں۔ بہر حال میں جس ماحالے میں تم سے سمجھو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم
دلوں مجھے یہاں کے بڑے آدمیوں سے ملا جائیں اپنے ہار حاصل کر کے واپس چلا جاؤں گا
اور ایک بہادر کی طرح وعدہ کرتا ہوں کہ تم لوگوں کا راز سیرے یہی میں دفن رہے گا۔“

لیڈی سیتارام اور سریور کی حالت غیر ہوری تھی۔ دلوں بے بی سے ایک دسرے کی
طرف دیکھ رہے تھے۔

”سیرا دوستی کا ہاتھ ہی شتم لوگوں کی طرف بڑھا رہے گا۔“ کرٹل پر کاش پھر بولا۔ ”تم

جب بھی یہاں اپنے لئے خطرہ محسوس کرو، نہایت بے نہیں کے ساتھ افریقہ آئے ہو، میں ہیوں

جمیں اپنا ہی سمجھوں گا۔ تم لوگ ابھی مجھ سے واقع نہیں۔ میں جمیں ایک رات میں کروڑ تی
ہنگامہ کے..... بولو کیا کہتے ہو۔“

”خنور ہے.....!“ سر پیدا نے کہا۔

”ٹلبائش..... مجھے تم سے بھی امید تھی..... پھر ایک دھرے کے کام آئے..... زندہ
رہتا بے کار ہے۔“

کرل پر کاش خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوا چیزے وہ کسی چیز پر غور کر رہا ہو۔ اچانک وہ
دوڑھے کی طرف جھینٹا۔ اور دروڑھے کھول دیا۔ حید خیلے بھی نہ پیاسا تھا کہ کرل پر کاش کا ہجھ
اس کی گردن پر پڑا۔

”خیردار شورش کرنا..... ورنہ میں ڈیور کر دوں گا۔“ کرل پر کاش نے حید کو کمرے کے
اندر دھکل کر دروڑھے اندر سے بند کر دیا۔

لینڈی سیحارام اور سر پیدا گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

”یہ کون ہے.....؟“ دفعوں بے ساختہ پولے۔

حید بے بھی سے فرش پر پڑا کرل پر کاش کے ہاتھ میں دبے ہوئے پتوں کو دیکھ رہا تھا۔

”کون ہے اب تو.....!“ کرل پر کاش گرج کر دلا۔

”تیز سے بات کرو۔“ حید اٹھ کر پیٹھے ہوئے پول۔

”اچھا تھی..... سیدھی طرح بتاؤ نہیں تو.....!“

”اگر میں نہ بتاؤں تو۔“

”میرا ایک کارتوں خواہ تجوہ اخراب ہو گا.....“ کرل پر کاش بولا۔ ”اس کے لمحے میں
ستاکی اور دردگی عسوں ہو رہی تھی۔“

حید اٹھا۔

”جانتے ہو کرل پر کاش کا راز معلوم کرنے والے کی سزا موت ہے۔“ کرل نے کہا۔

”خیریت چاہیے ہو تو سیدھی طرح بتاؤ دو کہ تم کون ہو۔“

”وتم ذرا گولی چلا کرو دیکھو۔“ حیدر جی کڑا کر کے بولا۔ ”کرٹل پر کاش تم نے شاید ابھی
تک کسی برابر والے سے لکھ لیجیں لی۔“

”واہ رے بیری میذنی۔“ کرٹل پر کاش نے کہا۔ ”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ورنہ
میں ابھی تم سے اگلوالیتا..... خیر پھر کسی۔“

کرٹل پر کاش نے بیز پر کھا ہوا رسول اخھا کر حیدر کے سر پر دے مارا..... حیدر جو را کر گر
پڑا۔ اس نے دو تین روپ اور رسید کئے۔ حیدر بیہوں ہو چکا تھا۔

”وکیسا تم نے.....!“ کرٹل دو قوں کی طرف خاطب ہو کر بولا۔ ”اس طرح لوگ میرے
بیچے لگے ہوئے ہیں، معلوم نہیں یہ کون ہے۔ ٹھر ہے کہ میں نے بات کی روشنی تھیا رے رالا پر
کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ مگر یہ مخلوق ضرور ہو گیا ہو گا۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہ کون ہے،
ورنہ میں اس کو اسی وقت نمکانے لگا دیتا۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے رکھا کیا
جائے۔“

”اس کا انعام میں کروں گی۔“ لیدی سیحارتام جلدی سے بولی۔ ”لیکن اسے بھائی سے
اس طرح لے جایا جائے گا۔“

”نہایت آسانی سے..... یہ میں کروں گا۔“ کرٹل پر کاش نے کھا اور حیدر پر جھک گیا۔
حیدر کا سر پھٹ گیا تھا۔ رُخ سے خون بہہ رہا تھا۔ کرٹل پر کاش نے رُخ صاف کر کے پہنچا پاندھے
دی۔

”سر جد آؤ۔ اسے پکڑ کر نیچے لے جائیں۔ کار قدم لائے ہی ہو گے۔“ کرٹل نے کہا۔

”تو کیا اسی طرح نیچے لے جائیے گا۔“ لیدی سیحارتام تھرت سے بولی۔

”ہاں..... اسی طرح..... تم گھر اور نہیں..... تم ابھی مجھے نہیں چانتیں۔“

حیدر کو ایک طرف سے سر پر در نے پکڑا اور دوسری طرف سے کرٹل پر کاش نے اور اسے
سہارا دیتے ہوئے لے چلے۔

نیچے اتر کر دہال سے گزر رہے تھے کنجھ لپٹا ہوا ان کی طرف آیا۔

”کیوں..... کرل صاحب کیلائے ہے۔“

”اُرے صاحب کیا تاڑیں..... آج کل کے لوگوں کے جنم میں سخت نہیں اور پنچھے پر آئیں گے تو قرابے کے قرابے صاف..... صاحبزادے نے وہ اچل کو دیکھا کہ سرعی پھوڑ بیٹھے۔ اب انہیں ان کے گمراہ بھیجنے چاہتا ہوں۔ منع کر دیا تھا کہ زیادہ شدید..... مگر کون ستا ہے۔“

نجیر مسکرا کر سر ہلاتا ہوا اپنے چلا گیا۔

”کیوں سر پندر کیتی رہی۔“ کرل پر کاش کار میں پینڈ کر بولا۔

”ماں ہوں اسناو.....!“

”میں آپ کو اتنا دلیر نہیں سمجھتی تھی۔“ لیدی سیہارام بولی۔

”ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہی کیا ہے..... مجھے کرل پر کاش کہتے ہیں۔“

کار تاریک سڑکوں پر اپنی روشنی کمیرتی ہوئی تیزی سے سریہارام کی کٹھی کی طرف جاری تھی۔

پریسم کہانی

حمد کو ہوش آیا تو اسے اپنے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی معلوم ہوئی، سر بُری طرح دکھر دیا تھا۔ خون زیادہ پہ جانے کی وجہ سے فحافت بہت بڑھ گئی۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے ادھر ادھر ہاتھ بھی چلانے۔ وہ ایک چنانچہ پر پڑا تھا، تھوڑی دریکھ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی میں گھوڑتا رہا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ آہست آہست سارے واقعات اس کے ذہن میں ناچھے گلے۔ معلوم نہیں وہ اس وقت کیاں پڑا ہوا ہے۔ اس کا تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کہیں پر قید ہے۔ اس نے کرل پر کاش کا راز معلوم کر لیا تھا۔ لہذا وہ اسے آزاد کیوں چھوڑ نے

لگا۔ آخر لیٹی سیتا رام وغیرہ کا راز کیا تھا، جس کی طرف کرل پر کاش نے اشارہ کیا تھا۔ کہنے یہ رام نکم کے قتل کی طرف تو اشارہ نہیں تھا۔ یہ کرل پر کاش بھی اعجائب سناؤں آدمی معلوم ہوتا ہے۔

جید کو ایسا بھروسی ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کے سر پر محتوا چلا رہا ہے۔ اس پر آہست آہست غوفی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت گزرا گیا وہ سوتا رہا۔ اپاٹک اسے ایسا بھروسی ہوا جیسے کسی کی نرم و لطیف سائنس اس کے پرے کو چوری ہو۔ کوئی اس پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھیں ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں مر جھیں بھر دی گئی ہوں۔ لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ آنکھیں نہ کھول سکا۔ اب کسی کی نرم نرم الگیاں اس کے بالوں پر آہست آہست رنگ رکھی تھیں۔

”جید صاحب۔“ کسی نے آہست سے پکارا۔

وہ چونکہ پڑا۔ آواز جانی بچھانی معلوم ہوئی۔ اس نے پھر پکارا۔ اب کی بار جید نے بے تحاش آنکھیں کھول دیں اور اعجائب خواہت کے باوجود بھی وہ پڑپڑا کر اٹھ بیٹھا۔

”ارے تم..... شہناز.....!“ وہ خوشی اور تجہب کے ملے بملے لپجھ میں چھا۔

شہناز نے سر ہلا دیا۔ اس کا سرخ و سپید رنگ ہلدی کی مانند پیلا ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے گرد سطح پر گئے تھے۔ ہونتوں پر سیاہی کی ہلکی تیرہ جم گئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔

”یا آپ کے سر میں کیا ہوا..... آپ کے کوٹ پر خون کے دھمے کیے ہیں۔“ شہناز ایک ہی سائنس میں کہہ گئی۔

”یہ ایک بھی داستان ہے.....“ جید نے کہا۔ ”محض میں اتنی سکت نہیں کہ ابھی ہاتا سکوں۔

میں تمہارے مخلوق معلومات کرنے کے لیے چاہب ہوں۔ تم یہاں کس طرح پہنچیں۔“

”یہ میں بدکو ہتاوں گی۔ آپ کی حالت مجھ سے نہیں کچھی جاتی۔ میں کیا کروں۔“

”حق.....!“ جید نے ایک خواہت آمیز سکراہت کے ساتھ کہا اور پھر چٹائی پر لیٹ گیا۔

شہناز نے اپنا دوپٹہ تھہ کر کے اس کے سر کے نیچے رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں رکے ہوئے
قلدرے گالوں پر ڈھلک آئے۔

”تم رورعنی ہو پہنچی کہیں کی۔“ حمید آہستہ سے بولا۔ ”میں تمہیں پانے کے لئے جدو جھد
کر رہا تھا..... پالا..... اب میں نہایت سکون کے ساتھ مر سکتا ہوں۔“
شہناز چکیاں لے کر رونے لگی۔

”تم مجھے اپنا دوست بھیتی ہو۔“ حمید نے پوچھا۔
شہناز نے سر ہلا دیا۔

”تو میں اسی دوستی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ روئیں..... میں اپنے دل کو اس وقت
بہت زیادہ کمزور محسوس کر رہا ہوں۔“

شہناز نے آنسو پر تجھہ ڈالے اور اپنی چکیوں کو دبانے کی کوشش کرنے لگی۔
”تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں شروع ہی سے تمہیں بے گناہ کھتار ہاں..... جب تمہارا
وارث گرفتاری لکھا تو میں انکلپر منہا سے لڑکا تھا۔“

”وارث گرفتاری.....!“ شہناز چوچک کر بولی۔ ”وہ کس لئے۔“

”تمہارے عاشر ہو جانے کے بعد تمہارے گھر سے ایک ملکوں خط ہر آمد ہوا جس
میں کسی گروہ کی طرف سے عاشر ہو جانے کی ہدایت دی گئی تھی۔“

”میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے اس قسم کے کسی خط کا علم نہیں اور نہ میرا تعلق کسی
گروہ سے ہے۔“

”اب قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”تمہاری بے گناہی سورج کی
طرح روشن ہے۔“

”چھاپہ تائکتی ہو کہ تم کس کی قید میں ہو۔“

”یہ مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکا۔ البتہ مجھے قید کرنے والے مجھے پر ہمراں ضرور
ہیں..... انہوں نے مجھے بھجوکنے نہیں مارا۔“

”اچھا تو کیا کمہا لے کر آتا ہے۔“

”خیں..... اس سامنے والی دیوار کی جگہ میں ایک درازی پیدا ہو جاتی ہے اور اسی سے کمہا اندر کی طرف دھکل دیا جاتا ہے اور جب میں برتن اس دراز سے باہر نکال دیتی ہوں تو دراز خود بخوبی ہو جاتی ہے۔“

اب حید نے لیٹے ہی لیٹے اس جگہ کا جائزہ لیا شروع کیا۔ یہ ایک وسیع کروچا ایک طرف بیوی کی بیماری اور کچھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کمرے کی ساخت بتاریقی تھی کہ وہ تمہارے خانہ ہے، چوتھی میں دو تین جگہ موٹے موٹے اور وحدت لے شیشے لگے ہوئے تھے، جن کے ذریعہ تھوڑی بہت روشنی اندر آتی تھی۔ شیشے اس قدر وحدت لے تھے کہ اس کے پار کی کلی چیز دھکائی نہیں دیتی تھی۔ اس پورے کمرے میں باہر جانے کے لئے کوئی دروازہ نہیں تھا۔ صرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا وہ بھی اس کمرے کے ایک کونے میں ہوئی کھڑی کا تھا۔

”کیا یہ دروازہ باہر جانے کا ہے۔“ حید نے پوچھا۔

”خیں ٹھیں خانہ ہے۔“

”تو اس کا مطلب کیا ہے کہ خیں ہمارا مقبرہ ہے۔“ حید نے کہا۔ ”ذرا ہاتھ پاؤں میں

کچھ طاقت آئے تو باہر نکلنے کی چدوجہد کی جائے۔“

اتھے میں سامنے والی دیوار کی جگہ میں ایک لکھے کے ساتھ دو پالٹ چڑی دراز پیدا ہو گئی جس سے ایک کٹھی جس میں ناشستھا کمرے کے اندر رکھ کر دی گئی۔ شہزاد نے بڑھ کر کشی اٹھا لی۔ حید اس دراز کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس دراز کی باقاعدہ حفاظت کی جاتی ہو گی۔ حید خیالات میں الجھتا رہا۔ اتنی دری میں شہزاد نے دوپیالیاں چائے کی تیار کیں۔ حید کو قلعی بجوک نہیں تھی لیکن شہزاد کے اصرار پر کچھ نہ کچھ کمہا تھی پڑا۔ شہزاد نے برتن اسی دراز سے واپس کر دیئے۔

”کل بھی میں بہت پریشان تھی، لیکن آج نہ جانے کیوں ایسا معلوم ہوا ہے کہ میں

اپنے گمراہی میں بیٹھی ہوں۔“ شہزاد نے کہا۔

”خانے چاہا تو تم بہت جلا اپنے گمراہ میں ہو گئی۔ میں نے اپنی زندگی میں ایک ہی کام

”زندگی کا کیا ہے۔“

”وہ کیا.....؟“

”بھی کہ اس حادثے سے پہلے میں فریدی صاحب کو یہاں کے مغل حالات لگھ دیئے

تھے۔“

”تو کیا فریدی صاحب موجود نہیں تھے۔“

”نہیں..... وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔“ جید نے کہا اور اس کے بعد اس نے شروع سے

لے کر آجھ کے شہزاد کو سارے واقعات بتا دیئے۔

”تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں لیڈی سیدھارام کی قید میں ہوں۔“ شہزاد نے حیرت

سے کہا۔

”قطی.....!“

”لیکن آخ کیوں.....؟ میں نے ان کا کیا بگارا ہے۔“

”وہ دراصل اپنا جرم کی دوسرے کے سر تھوپنا چاہتی تھی۔ اتفاق سے تم ہی زد میں

آگئی۔“

”تو کیا لیڈی سیدھارام ہی رام عکم کی قاتل ہیں۔“

”حالات تو بھی کہتے ہیں۔“

”اب مجھے یہاں سے قلعے کی کوئی امید نہیں۔“

”ایسا مت سوچ..... فریدی صاحب ضرور آجئی گے اور اگر وہ نہ بھی آئے تو میری

موجودگی میں جھینپ پریجان ہونے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔“

”آپ بہت انتہے آدمی ہیں.....!“ شہزاد نے کہا۔

”میں اتنی سی بات..... نہیں میں بہت رُ آدمی ہوں۔“

”ہوں گے لیکن میرے لئے نہیں۔“

”تو کیا داشتی تم مجھ پر بھروسہ کرتی ہو۔“

”آخ رکھوں نہ کروں۔“

”ایک بات پوچھوں..... یہ کتنے لیئے سیدھا رام کے بیان کا نہیں کیوں چھوڑ دیا

تھا۔“

”مجھے ناپسند تھا۔“

”آخ رکھا پسند نہیں کی وجہ۔“

”وہاں کتنی بہت سی آوارہ اور اواباش تم کے لوگ آنے لگے تھے۔ اکثر وہ مجھے بھی اپنی طرف جوپد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ چیز مجھے ناپسند تھی۔“

جید کچھ اور پوچھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شہزاد نے اُسے روک دیا۔

”آپ زیادہ باعثی نہ کیجئے..... سر سے بہت زیادہ خون کل گیا ہے..... کہیں بھر پکڑ دے

آجائے۔“

”اصح ٹھوں کے بعد تم طی ہو۔..... دل چاہتا ہے میں باعثی کھے جاؤ۔“

”میں میں آنکھ بند کیجئے..... میں سر ہلاٹی ہوں۔“

جید نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ ہو لے ہو لے اس کا سر ہلاٹا نہیں۔ جید کو اپنے دل میں ایک عجیب قسم کی غم آ لوز رہا ہے کیونکہ معلوم ہونے نہیں۔ وہ خلوص اور یاد جس کا ہر مرد ایک عورت سے حسی ہوتا ہے جید کو آج تک نہ ملا تھا۔ جید کو شہزاد کے اس روپیجھ میں ایک ایسی لگادوٹ محبوں ہوئی تھے ماتا کے بعد درجہ ذیماں جا سکتا ہے۔ اس کی بند آنکھوں سے آنسو پھرست لگا۔

”ارے..... ارے آنسو کیوں؟“

”کچھ نہیں.....!“ جید نے کھٹکی ہوئی آواز میں کہا۔

”آپ کو میری قسم تائیے کیا ہاتھ ہے۔“

”مجھ سے تمہاری یہ حالات نہیں دیکھی جاتی۔“ جید نے کہا۔

”نی المآل آپ اپنی حالت دیکھئے..... میری بعد میں دیکھئے گا۔“

”یہ آفت تم نے خود اپنے سر مول لی ہے۔“ جید نے کہا۔

”وہ کیسے.....؟“

”زیر تم اپنی سوچل ہوتیں اور نہ یہ دن دیکھنا ضریب ہوتا۔“

”پہنچی اس حادث پر تو عرصہ سے دور ہی ہوں۔“ شہزاد نے کہا۔ ”اگر کبھی آساناں دیکھتا

ضریب ہوا تو انکاء اللہ تعالیٰ متومن میں ایک شریف عورت کی طرح زندگی برکرنے کی کوشش کروں گی۔“

”جب بک کر ہمارے سارے سلاج کا پورا ڈھانچہ ہی نہ بدل جائے گو تو ہم کی آزادی کوئی حقیقی نہیں رکھتی۔“

”آپ تمہیک کہہ رہے ہیں..... اب یہ بات میری کنجھ میں بھی آگئی ہے۔“

”خیر چھوڑو ان باتوں کو..... اب ہمارا سے نٹکے کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔“ جید نے

اٹھے ہوئے کہا۔

”تو لیٹئے رہئے ہے.....!“

”میں یہ لیٹنے کا وقت نہیں۔ اب کسی لمحے بھی ہم موت سے دوچار ہو سکتے ہیں۔“

”وہ کیسے.....؟“

”کرکٹ پر کاش مجنون یہ معلوم کرنے کے لئے یہاں لایا ہے کہ میں کون ہوں۔ میں نے

اس کا راز معلوم کر لیا ہے..... لہذا وہ مجھے کبھی زندہ نہ چھوڑے گا۔“

”خدا غوات..... اسکی بات من سے نہ ٹکالے۔“

”میں کسی کہہ رہا ہوں شہزاد..... ہمارا سے فوج کر نٹکے کے لئے جلدی ہی کچھ نہ کچھ کرنا

چاہئے۔“

جید اٹھ کر تہہ نٹے کی دیواروں کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بڑی محنت اور جانختانی سے دیوار کا

ایک ایک حصہ ٹوکک بجا کر دیکھ رہا تھا۔ تموزی دیر بعد وہ پہنچنے پہنچنے ہو گیا لیکن کوئی تنبیہ نہ لکھا۔

”معلوم ہوتا ہے شاید مرنے کا وقت حق قریب آگیا ہے۔“ حید نے بے بی سے

کہا۔

شہزاد کے پھرے پر ہوا یاں اڑ ری تھیں، وہ غریحال ہو کر چنانی پر لیٹ گئی۔

”کوئی کیا بات ہے؟“ حید نے کہا۔

”پھر جنہیں یونی پکر سا آگئی کیا ہے؟“

”تھیر اور جنہیں۔“ ضرور کوئی ترکی اپنی صورت یہدا ہو گی۔ میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔

بے گناہوں کا کلی بال بھی پکا جائیں کر سکا۔“ حید نے کہا۔

شہزاد نے کوئی جواب نہ دیا۔ حید بیٹھا سوچا تارہ۔ دھنناں کا خیال دیوار کے اس حصے کی طرف گیا جہاں دراز یہدا ہوئی تھی وہ جگ کر دیکھنے لگا۔ وہیں قریب ہی فرش کی ایک ایجٹ اکڑی ہوئی تھی اور خالی جگہ اتنی بھری ہوئی تھی کہ سارے فرش کے ہمراہ ہوئی تھی۔ حید نے پہلے تو اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تھاں پھر سوچے کہا کہ یہاں اس تہرانے میں اتنا گرد و غبار کہاں سے آیا کہ خالی ایجٹ کی جگہ خود بخون دہر گئی اور اگر ایجٹ نکل جانے کے بعد اس میں مٹی اس نے بھری گئی ہے کہ فرش ہمارا ہو جائے تو یہ بات بالکل بے عکی ہی گئی ہے۔ کیونکہ جہاں اس جگہ دھری ایجٹ جلا کرکی ہمیں سے اسے بخڑے کی کلیا و جنہیں ہو سکتی۔

حید نے اصر اہر دیکھا۔ بیز پر ایک چچو پڑا ہوا تھا۔ وہ اس سے مٹی کھونے لگا۔ کافی مٹی نکل جانے کے بعد چچو کچچ کی سخت چیز سے گلے لیا۔ اس نے جلدی جلدی مٹی خالی شروع کی۔ یہ سخت چیز لوہے کا ایک لٹوقا۔ اس نے اسے گھمانے کی کوشش کی، لیکن اس میں جنہیں بھی نہ ہوئی۔ اس نے اب اسے دوسری طرف گھمنا شروع کیا۔ ذرا سی سخت کے بعد ہی لٹو گھونے کا اور جہاں پر دراز یہدا ہوئی تھی دہاں کی دیوار کا کچھ حصہ آہستہ اور انحرافاً تھا۔

”شہزاد یہ دیکھو۔!“ حید خوشی میں چلنا۔

شہزاد اور حید کفرے تھیر ہو کر دیکھ رہے تھے۔ سامنے کی دیوار میں ایک قد آم دیوارہ خود ادا ہو گیا تھا۔ چڑکز کے فاسطے پر اپر جانے کے لئے زینے تھے۔

دوسرا بھی انک ناق

بھی دلوں کی حرمت رفع نہ ہوئی تھی کہ زینون پر قدموں کی آہت سنائی دی۔ کرل پر کاش اور لیڈی سیدا رام نے زینے مل کرتے ہوئے جیسے کی طرف آرہے تھے حمید کو ایسا مسلم ہوا جیسے کسی نے اُسے پھاڑا پر سے زین کی طرف لوٹا دیا ہو۔ اس کی سمجھیں مجھیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ کرل پر کاش نے ایک سوردا رفاقت پر لگایا۔

”بُوے چالاک ہو یا خودا ر.....“ اس نے جیپ سے بتوں نکلتے ہوئے کہا۔ ”جیسے ہو۔“

شہزاد اور حمید کو رجھپت گئے
”تو رکھا اچھی وقت پر بھائی کے دست یا ابھی چھٹ ہی دے گیا تھا۔“ کرل پر کاش نے
کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا
”ڈاولنگ۔“ تم بیش تھیک وقت پر کام کی بائیں سوچے ہو۔ ”لیڈی سیدا رام اس کے
ٹانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

”تم لوگ وہاں کونے میں جا کر بیٹھو۔“ کرل پر کاش نے حمید اور شہزاد سے کہا۔
”اگر ذرہ بہتر بھی شرات کی تو یاد رکنا یہ بتوں بڑا خوبی ہے۔“

حمدیہ اور شہزاد کونے میں جا کر بیٹھے گئے۔
”جانقی ہو رکھا اوارنگ یہ کون ہے۔“ پر کاش نے کہا۔

”جنمنیں.....“

”مرکاری سراغ رہاں سار جنٹ حمید.....!“

”اے...!

”ہاں..... یہ مجھے صح کو معلوم ہوا۔ کوئی بنا حیدر صاحب اب تمہارا کیا حشر کیا جائے۔“
 ”کرٹل پر پکاش کان کھول کرن لو..... اگر بیرا ایک بال بھی بیکا ہو تو بیرا استاد
 جھیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ چاہے تم پاتال عی میں جا کر بکر چھوڑ۔“ حیدر نے کہا۔
 ”اچھا رکھا..... ابھی میں ان دونوں کا غاثہ کئے دیتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ افریقہ چلے کیا رہی۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں اپنے دونوں ہار لئے بغیر ہی چلا جاؤں گا۔ تم سے زیادہ ان
 ہاروں کی قیمت نہیں ہے۔“

”مگر یہ ابھی کیسے ممکن ہے۔“ لیڈی سیدا رام نے کہا۔
 ”جوچ جھیں روک رہی ہے میں اسے بھی سمجھتا ہوں۔ تم الہیمان رکھو..... سریندر کو مجھ
 سے بھجوڑ کرنا عی پڑے گا۔“

”کیا مطلب.....!“ لیڈی سیدا رام چھوک کر بولی۔
 ”اے تم اس کا مطلب نہیں سمجھیں۔ کیا وہ کل رات والا کاغذ یاد نہیں، جو میں نے
 سریندر کو دیا تھا۔ دیکھو..... میں ابھی طرح باتا ہوں کہ تمہارے اور سریندر کے ناجائز تعقات
 ہیں۔ رام نگہ کے ہاتھ تمہارا ایک خط لگ گیا تھا، جو تم نے سریندر کو دیکھا تھا، وہ آئے دن تم
 لوگوں کو اسی خط کا حوالہ دیتے ہوئے ہمکا کرم سے روپیہ اشتما تھا آخراً ایک دن بھگ آگر تم
 نے اسے قتل کر دیتے کا پلاٹ بنایا اور اسے قتل بھی کر دیا۔ کرٹل پر پکاش سے کوئی بات سمجھی ہوئی
 نہیں ہے۔“

لیڈی سیدا رام کا چہرہ فی ہو گیا اور وہ تمہر کا پر رعنی تھی۔
 ”لیکن میری ریکھا..... میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکا۔ میں تمہاری بھیل زندگی
 سے کوئی سروکار نہ رکھوں گا۔ محبت اندر ہی ہوتی ہے۔ وہ اچھائی یا برائی کچھ نہیں دیکھتی۔“
 ”کرٹل میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ اتنی براتیوں کے باوجود بھی مجھ میں کچھ محبت کا
 چند ہے موجود ہے اور میں اسے صرف تمہارے ہی لئے وقف کر جگی ہوں۔ میں کیا بتاؤں کہ کن

بجور بیوں کے تحت سریندر.....!

”سریندر کے ساتھ عیاشی کرنی تھی۔“ دروازے کی طرف سے آواز آئی۔

سب کی نگاہیں اُنھر اٹھ گئیں۔ دروازے میں سریندر ہاتھ میں پتوں لئے کھڑا تھا، جس

کارچ کرٹل پر کاش کی طرف تھا۔

”تم دونوں یہ آرزوی لئے ہوئے دنیا سے چلے جاؤ گے۔“ وہ گرج کر بولا۔

کرٹل پر کاش نے اٹھا چاہا۔ سریندر نے بیٹھ کر اٹھو گھادا دی۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

”خبردار..... اپنی جگہ سے بہانت.....!“ سریندر نے چیخ کر کہا۔

کرٹل پر کاش نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے قبضہ لگایا۔

”بیچے ہو..... بیچے ہو..... جسیں تو گولی چلا دوں گا۔“ سریندر چھان۔

”چلا بھی دی مری جان۔“ کرٹل پر کاش رُک کر بولا۔ ”مجھے تم سے بھی اتنی عیمت ہے

جتنی کو ریکھا سے ہے۔“

”چپ رہو..... نور کے بیچ۔“ سریندر نے گرج کر کہا اور رُنگر دبادیا۔ گردھا کے کی

آواز نہیں سنائی دی۔

کرٹل پر کاش نے پھر قبضہ لگایا۔ سریندر گھبرا کر پتوں کی طرف دیکھنے لگا۔

”واہ برخوردار..... اسی کے مل بوتے پر بہادری دکھانے چلے تھے۔ سنو بیٹا..... میں

ماتھے کی لکیروں میں دل کا حال پڑھ لیتا ہوں، میں نے اسی وقت تمہاری جیب میں پڑے

ہوئے پتوں کی گولیاں نکال لی تھیں جب تم اپر بھوسے بات کر رہے تھے۔ میں کل رات ی

سمجھ گیا تھا کہ تم کوئی چال ضرور چلو گے۔ تو کویا تم اس تھہ خانے کو ہم دونوں آدمیوں کا مقبرہ

بنانا چاہتے تھے۔ خراب بھی یہاں تھن ہی لاشیں ہوں گی۔“

کرٹل پر کاش نے بڑھ کر سریندر کی گردن پکوٹی۔ سریندر بچوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ کرٹل

نے اسے ایک کری پر بھادیا۔

”دیکھو سریندر میں اب تم سے سمجھوئے ہی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے ریکھا کو نکال لے

جانے میں مدد دیجئے کا وعده کرو تو تمہیں چھڑ دوں۔"

"مجھے خلور ہے۔" سریحدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تمہیں۔" کرشی خس کر بولا۔ "تم بہت بیباک آدمی ہو۔ تمہیں اپنا فیصلہ تبدیل کرتے دیجیں گئی۔ میں کوئی انکا چیز چاہتا ہوں جس سے ہمیشہ تمہاری کوئی بمحض سے دلتی رہے تاکہ تم بھد میں کوئی شراحت نہ کر سکو۔"

"آختم چاہیے کیا ہو....؟"

"تم مجھے یہ لکھ کر دے دو کہ تم رام سنگھ کے قائل ہو۔ اس پر تمہارے اور رکھا دلوں کے دھنٹا ہوں گے۔ تم گھبرا دیجیں..... میں یہ صرف اپنے اہلین کے لئے کر رہا ہوں۔" سریحدر کے سارے جسم سے پیسہ چھوٹ پڑا۔ کبھی وہ لیڈی سیتا رام کی طرف دیکھتا اور کبھی کرشی پر کاش کی طرف۔

"میں مسودہ تیار کئے دیتا ہوں۔ تم دلوں اپنے دھنٹا کر دو۔" کرشی پر کاش نے کہا۔
"میں کیوں دھنٹا کروں۔" رکھا نے کہا۔

"رکھا ذار بیک۔" تم گھبرا کیوں گئی ہو۔ تمہارے دھنٹا سے یہ چیز اور مضبوط ہو جائے گی کیونکہ تم بیور گواہ اس پر دھنٹا کرو گی۔ تبھی ہم دلوں میں سے وہ سکن گے، درست یہ دعترت۔"

کرشی پر کاش نے جلدی جلدی مسودہ تیار کیا اور دھنٹا کے لئے سریحدر کی طرف چھا دیا۔ سریحدر نے ماتھے کا پیسہ پر پختہ ہوئے دھنٹا کر دیے۔ لیڈی سیتا رام نے بھی اس کی تقدیر کی، کرشی پر کاش نے کاغذ چھپ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"اب تم دلوں سرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" اس نے حید اور شہزادی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر اپاک کرشی پر کاش نے جگلوں کی طرح اچھل کر ہاتھا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ گھانتا بھی جارہا تھا لیکن مفہوم ان کی بمحض سے باہر تھا۔ کیونکہ زبان غیر بھگی تھی۔ وہ حشیوں سے تیزتر ہوتا پڑا تھا۔

”پر کاش ڈار لئک..... پر کاش ڈار لئک.....!“ لیڈی سیدا رام جنگی۔

کرل پر کاش اسی طرح ناچتا ہوا بوللا۔ ”بیلومت..... بیلومت.....“ جھن جھن جھن کر دلا۔ میں خوشی کا ناج ناج رہا ہوں۔ افرید کے جھلکیوں کا ناج..... گیردالا جنی جنی معاں کس گیردالا۔“

ناچے ناچے اس کا پھر اچل کر دیوار سے جا کر آیا۔ موچھہ اور ڈاؤنی انکڑ کر فرش پر آری اور حمید بے اختیار جی پڑا۔ ”فریدی صاحب۔“

فریدی کھڑا تھے لگا رہا تھا۔ لیڈی سیدا رام جنی مار کر بیہوش ہو گئی۔ سر پر در بیٹھا اس طرح کاپ رہا تھا جیسے اسے جازا دے کر بخارا آ گیا ہو۔

فریدی نے جیب سے ہھڑیاں لکال کر حمید کو دیں۔ حمید نے جلدی جلدی دلوں کو ہھڑیاں پہنادیں۔

خوشنگوار لمحے

فریدی اور حمید اپنے ڈار لئک روم میں بیٹھے چائے پیا رہے تھے۔

”آجی کسک جلدیں نہیں آیا۔“ فریدی نے گھری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو کیا واقعی اس کی کامیابی کا ذمہ دار اسی کو ہٹا کیں گے۔“ حمید بوللا۔

”میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اگر اس نے لیڈی سیدا رام کے پارے میں مجھے نہ بتایا۔“

ہنا تو میں زرعگی بھر کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اور میں نے یہ ساری درودسری جھن شہزادے کے لئے

مول لی جمی۔“

”تو کیا آپ واقعی شہزادے.....!“ حمید بے اختیار بول پڑا۔ اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔

”تم ابھی خاں سے آلو ہو۔ شہزاد کی طاں مجھے خص تھارے خیال سے تھی، تم اتنی جلدی

بڑکن کیوں ہو جاتے ہو۔“

”مماں سمجھے گا..... میں سمجھا شاہد۔“

”میں نہیں..... آپ براہو کرم مجھ سے پرستی بخیر کچھ نہ سمجھا سمجھے۔ میں اور گورت۔

لاحوال دلاؤت۔“

”اچھا صاحب..... لاحوال دلاؤت۔“ ا” حیدر فس کریو لا۔

”آؤ شہزادے!“ فریدی دوڑاڑے کی طرف مرتے ہوئے ہوا۔

شہزاد سکراتی ہوئی کمرے کے اندر داخل ہو رعنی تھی۔

”بیلو! حیدر اب کیا کہتے ہو..... کہہ دوں شہزاد سے۔“ فریدی نے فس کر کہا۔

حیدر پوکھلا گیا۔

”کیا بات ہے۔“ شہزاد پتھری ہوئی بولی۔

”کچھ نہیں..... کچھ نہیں۔“ حیدر جلدی سے بولا۔

”خیر کو شہزاد کوئی تی بات۔“ فریدی نے کہا۔

”کوئی تی بات نہیں..... تی باقی تو میں آپ سے سننے آئی ہوں۔“

”ہاں اب سارے حالات تباہی ہے، مجھے بھی بہت بے چینا ہے۔“ حیدر نے کہا۔

”حالات کوئی خاص نہیں، سوائے اس کے کہ میں نے بڑی بے دردی سے تمہارا رپھاڑ

دیا تھا۔“

”اس کی خلایت تو مجھے بھی ہے۔ اگر آپ ذرا سا اشادہ کرو جیئے تو میں خود یعنی بیویوں

ہو جانا۔“

”ضرور ضرور..... آپ سے کیا امید ہوتی تو اتنی قلبابزیاں کھانے کی کیا ضرورت تھی۔“

”اچھا یہ بتائیجے کہ وہ نکانہ کیسا تھا، جو آپ نے سرحد کو دیا تھا اور ہار جانے کی کیا

ضرورت تھی۔“

”اٹاٹی سمجھنے لگو تو پھر سر جنٹ کیوں.....“ فریدی فس کریو لا۔ ”اچھا شروع سے نہا۔

ہوں۔ جلدیں سے لیڈی سیتارام کے حق معلوم کر لیتے کے بعد بھی میرا امداد خواہ نہواہ اس بھروسے میں پڑنے کا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ شہزاد غائب کردی گئی ہے تو میں نے اسی وقت پلاٹ تیار کر لیا، جب ہم لوگ ان کی علاش میں سرکین ناچے پورہ رہے تھے۔ مجھنی میں نے حقِ اس لئے تھی چاہی تھی کہ کوئی کی نیاش میں حصہ لوں۔ لہذا شہزاد کے غائب ہو جانے کے بعد بھی میں اسی پر اڑا رہا کہ جاؤں گا۔ تم مجھے اٹھنے چھڑنے آئے تھے۔ مجھے ترین پر جواہ کر کر تم واپس لوٹ گئے تھے۔ میں انگلے اٹھنے پر اتر گیا۔ دہان سے بھس پدل کر شہر واپس آیا۔ مجھے سریتارام سے جان پچان پیدا کرنی تھی، اس لئے میں نے کرل پکاش کا بھس پدل کیجکرو وہ بھی کوئی مشہور شخصیت خا اور اپنے افرادی نسل کے لیے ذمگوکی وجہ سے مجھے اور بھی آسانی ہو گئی۔ میں نے آرٹیجوس کا دعی کر کرایا پر لیا جس میں رام سنگھ نہبہرا ہوا تھا۔ ایک دن اپاٹ جب کرے کی صفائی ہو رہی تھی مجھے قاتلین کے لیے ایک خداں گیا۔ یہ خط ایک دن میں کر رہا تھا اور ان لوگوں نے عک آ کر اسے قتل کر دیا۔ اب میں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے تو میں نے جھین علاش گاہ سے خلائقوں نے کا انتقام کیا تا کہ جھین بالکل یقین ہو جائے کہ میں وہیں گیا ہوں اس دوران میں۔ میں نے سہیں آرٹیجوس میں لیڈی سیتارام پر ذورے ڈالنے شروع کئے۔ وہ بہت جلد قابو میں آگئی۔ پھر میں سریتارام سے پارک میں ملا اور جب واپس لوٹ رہا تھا تو تم میرا تعاقب کر رہے تھے اب میں دیدہ دانتے تھیں تعاقب کا موقع دیتے تھا۔ تمہاری موجودوگی میں بیش میں کوئی نہ کوئی الگ حرکت ضرور کر پہنچتا جس سے تمہارا شیر اور زیادہ پختہ ہو جائے۔ اس دن باکئی میں بھی تم نے ہم دونوں کی باتیں سی جس اور اس کے بعد سریجود اور ریکھا کی باتیں بھی تھیں۔ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ سریتارام کی کوئی میں کوئی تہہ خانہ ضرور ہے اور شہزاد صاحب اسی میں بندوں اور برادر میں پہلے ہی اندازہ لگا کھا کر بے چارہ سریتارام ان واقعات سے بالکل لا اٹم ہے لہذا میں نے اس پوشیدہ مقام کا پہلے لگانے کے لئے ہار چاٹنے والا پلاٹ بنالیا۔ یہ میں جانتا تھا کہ تم سایر کی

طرح میرے پہنچے گئے رہتے ہو۔ لہذا تم آج بھی ہماری گفتگو سننے کی ضرور کوشش کرو گے اور ایسا ہی ہوا بھی۔ اگر تمہیں اس بات کا پہلے سے علم ہوتا تو واقعات میں اتنی بے سانحکی ہرگز نہ ہو سکتی۔“

”وہ تو سب کچھ ہے میں مجھے پکار آنے لگے ہیں..... اس کا کیا علاج ہو گا۔“ حید نے کہا۔

”وہ اس کا علاج تو.....“ فریضی اتنا کہہ کر شہزاد کی طرف دیکھنے لگا اور شہزاد نے شرما کر سر جھکایا۔

”ہاں بھی..... اب تم نے کیا سوچا ہے۔ کیا کائن کی ملازمت جاری رکھو گی۔“ فریضی نے شہزاد سے کہا۔

”مگر جسکی آپ ملائے دیں۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں جو مجھے کئی معمول مشورہ دے سکے۔“
”میرے خیال سے اب ملازمت ترک کر دو۔ اس واقعے کے بعد سے تمہاری کافی بدنای ہو گئی ہے۔ ہر چند کہ تم بے گناہ تھیں، لیکن اس حرم کی بدنای کے اڑات مشکل ہی سے نہیں ہیں۔“

”تو پھر بتائیے میں کیا کروں۔“

”میں ابھی طرح جاتا ہوں کرم اور حید ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو۔ میری ماں تو..... کیوں حید صاحب آپ کی کیا رائے ہے۔“
حید شرمنے کی ایک گل کرنے لگا اور شہزاد جو کچھ شرم ایسی، منبطا کرنے کے باوجود بھی اپنی بھی نہ روک سکی۔

اُسے میں اپنے چکڑ میں آگی۔ اس کے پیارے سے خوشی پھوٹنی پڑ رہی تھی۔
”آؤ بھی جلدیں صاحب، خوب وقت پر آئے۔“ فریضی نے کہا۔ ”حید زدرا جائے کے لئے کہہ دو۔“

”میں آپکا خیریہ کس منہ سے ادا کروں اپنے صاحب..... کہ آپ نے میرا کیریہ بنادیا۔“

”شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر تم سیری مدد کرتے تو

بپاری شہزاد نہ جانے کہاں ہوتی۔“

”میں نے تو صرف زبانی مدد کی تھی، لیکن آپ نے اتنی تلیغوں کا سامنا کر کے میرے لئے ترقی کی راہ نکالی۔“

”اگر ایسا ہی ہے تو پھر شہزاد کا شکریہ ادا کرو۔ نہ یہ اس طرح عائب ہوتی اور نہ میں اس کیس میں ہاتھ ڈالتا۔“

”چھا صاحب..... شہزاد بین کا بھی شکریہ۔“ جلد لش نے سعادت مندانہ اندماز میں کہا۔

”چھا جلد لش..... لیڈی اقبال کا ہار بھی لیتے جانا، یہ کارنا سہ بھی تمہارا ہی رہیگا۔“

”میں آپ کا مطلب جیں سمجھا۔“ جلد لش نے حیرت سے کہا۔

فریدی نے اسے ہار کی چوری کے سارے واقعات بتائے۔ جلد لش کا منہ حیرت سے کھلا

ہوا تھا۔

”لیکن میں لیڈی اقبال سے کہوں گا کیا۔“

”سید گھی سی بات ہے..... کہہ دیتا کہ شاید بھائی وقت چور کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔“

مجھے ایک نالی میں پڑا ملا۔

”آپ کے احتمالات کا حکم زیکر سزبان سے ادا کروں۔“ جلد لش نے کہا۔

”اچھا یہ تو تباہ کر منہا کا کیا حال ہے۔“

”من لٹکا رہتا ہے..... بات بات پر مجھ سے الجھ پڑتا ہے۔“

”خیر وہ تو ہونا ہی تھا.....!“ حید نے کہا۔

چاروں چائے پینے لگ۔ بھی بھی حید اور شہزاد نظریں چاکر ایک دوسرے کو دیکھ لیتے

اور عجیب حرم کی شرمندی سکراہت دونوں کے ہونٹوں پر رقص کرنے لگتی۔

ختم شد